

روحانیت کے بلند ترین خیالات کا پرچارک

رسالہ "اوم" چلے

July,

1965



द्रौपदीको सान्त्वना

SUFFERING

A BLESSING IN DISGUISE

CONTENTS

PART I

THOUGHTS ON SUFFERING BY :

	PAGES
1. Patinjali ...	1-2
2. Shankarachariya and Manu ...	2
3. H. P. Blavatsky ...	2-3
4. Swami Vivekananda ...	3
5. Brother Lawrence (in Golden Thoughts) ...	4
6. Mahatma Gandhi ...	5-6
7. Maharishi Ramana ...	6
8. Sir Rabindra Nath Tagore ...	6-10
9. Shri Sadhu T.L. Vaswami and St. Francis of Assisi ...	10-12
10. Dr. Robert Young (Presbyterian Minister) ...	12-15

PART II

THOUGHTS ON DEATH BY :

1. Various Philosophers ...	15-16
2. Martinus. President. The Martinus Institute of Spiritual Science, Copenhagen (Denmark) ...	17-27
3. Horrors and Terrors without Death. (Citizenship in the Kingdom of Heaven), Prabuddha Bharat (Almora and Calcutta) ...	27-32

PART III

BLESSINGS OF SILENCE AND SOLITUDE ...	33-38
---------------------------------------	-------

PART IV

UNDERSTAND LIFE AND HOW TO AVOID MISERY ...	39-129
---	--------

PART V

CO-OPERATION, INTEGRATION AND WORLD PEACE ...	130-132
---	---------

Price : Rs. 2/-

Obtainable from :

The Manager,

"OM" Monthly Magazine,

Ajmeri Gate,

DELHI.

رسالہ اوم جاری شدہ ۱۹۳۲ء

”اوم“

فہرست مضامین

یابیت ماہ جولائی ۱۹۶۵ء

چند سالانہ اکھ روپے ۸/-

وی۔ پی۔ منگانے پر 60 پیسہ تائد

ممالک غیر سے 131/- روپے

قیمت فی پرچہ ساٹھ پیسے (60^p)

ایڈیٹر۔

گورکھ ناتھ تنہ

رسالہ اوم بازار اجیری گیٹ دھلے

صفحہ	صاحب مضمون	نام مضمون	نمبر
۱	امیر الشعرا دیوان ہندی دس جی فہرست	فہرست مضامین	۱
۲	ایک ہما تھ کی قلم سے	تہا لور تھجی نظم	۲
۳	شری نوبت رائے آشوخ	چار پردے	۳
۵	پرو فیسر نرمل چند راجی	نظم غور	۴
۶	شری برہما چند تنہ	اتم جیوتی کی کرنیں	۵
۷	کوی لوکنا کھ دکل	بھگوان کرشن کا ایدیش	۶
۱۱	ایڈیٹر	بھگوان سے خطاب	۷
۱۲	سوامی دھرم داس جی	بھشیم پاتھ کا ایدیش	۸
۱۴	پرو فیسر نرمل چند راجی	قناعت نظم	۹
۱۵	شری گوپال داس مسرور	پورن دیانت اور	۱۰
۱۸	حکیم رامیداس جی مضطر	جیون دکاس	۱۱
۱۹	شری بھگت مل سانی	مئے تو حید	۱۲
۲۲	رائے صاحب لالہ ہر گوبند جی	ایک خط	۱۳
۲۴	شری سوہن لال گروور لیسٹ	منشی اور اسکا روحانی علاج	۱۴
۲۸	شری مگن ناتھ کھنہ بی۔ بی۔ ٹی	امیروں کا دھرم	۱۵
۳۰	ایضاً	شر مندگی	۱۶
۳۱	پرو فیسر نرمل چند راجی	گیتا پشپا بختی	۱۷
۳۲	ماخوذ	ہدایت راہ	۱۸
۳۴	گورو نانک صاحب	چار آریہ ستیہ	۱۹
۳۵	دیوان دیسراج تنہ	ہما تھ بدھ کا ایدیش	۲۰
۳۶		کبیر بھگت کے ایدیش	۲۱
		امرت بافی	۲۲
		اتر کھنڈکی یا ترا	۲۳

اوم کے مستقل خریداروں کو سالانہ چندہ میں ہی ہر سال ایک ضخیم یا تصویر انک مفت دیا جاتا ہے جس کی قیمت تین روپے فی کاپی ہوتی ہے۔ شری گورکھ ناتھ تنہ پرنٹر پبلشر نے سودھی پریس دہلی میں چھپوا کر دفتر سالانہ اوم واقع اندرون بازار اجیری گیٹ دہلی سے شائع کیا

ترا نور تجلی

امیر الشعراء دیوان نپٹی داس جی قمر

(۱) جلوہ ہے ترا بارخ کے سرگل میں نمایاں
آواز تیری نغمہ و بلبلیں میں نمایاں
اسرار و نبیساں و ہر کماں میں نمایاں
ہر راز کا ہے راز جزو گل میں نمایاں

سورج میں جھلکتا ہے ترا نور تجلی
تو جانند کے پردوں میں ہے معبود تجلی
کچھ فرق سے ہر جاہل و عاقل میں نمایاں
امید کی تصویر ہے بیدل میں نمایاں
خود کا بندہ درویش ہے سائل میں نمایاں
اعدا و تیری خیب سے مشکلیں میں نمایاں

ہے راہ سرگزشت ترا نور تجلی
تو عالم اسباب ہے معبود تجلی
تو کون ہے؟ اک نور ہے دنیا میں نمایاں
اے جانِ جہاں اعلیٰ و ادنیٰ میں نمایاں
طاقت ہے تیری سائل دریا میں نمایاں
حرکت تیری لہروں کے تماشیاں نمایاں

وتاروں میں چمکتا ہے ترا نور تجلی
تو جن حسیناں میں ہے معبود تجلی

(۲) تو اوم کے حرفوں میں سراسر ہے نمایاں
لنگہ میں نئی شان سے ہر ہر ہے نمایاں
کعبہ میں تو ہی ہستی لے در ہے نمایاں
اور وقت اذان اللہ اکبر ہے نمایاں

نزدیک بھی ہے دور بھی ترا نور تجلی
میں دونوں جہاں تجھ سے ہی معبود تجلی

(۵) عاشق کی جگر سوز محبت میں نمایاں
مستوق طر صدق کی رنگت میں نمایاں
خلاق جہاں کثرت و وحدت میں نمایاں
قائم ازل جلوت غلوت میں نمایاں

ہے چشم میں موسیٰ کے ترا نور تجلی
تو طور کے زردوں میں ہے معبود تجلی

(۶) بخشش کی بھلاک ہر تری رحمت میں نمایاں
نظارہ اقبال ہے عزت میں نمایاں
عالم میں تیرے جلوہ قدرت میں نمایاں
تو ازل و آخر ہے صداقت میں نمایاں

چھپتا ہے پھپھانے سے کہیں نور تجلی
دہری کا بھی دل رہتا ہے معبود تجلی

(۷) مالوس کی امید میں یارت ہے نمایاں
بدنخت کی نردیم میں یارت ہے نمایاں
تہدید میں توحید میں یارت ہے نمایاں
ایمان کی تاکید میں یارت ہے نمایاں

اوپر بھی ہے نیچے بھی ہے وہ نور تجلی
ہر ذرہ ہے جس نور سے معبود تجلی

(۸) اسرار تیرے آتش گلشن میں نمایاں
اقرار تیرے نگہب گش میں نمایاں
انکار بھی میں دشت کے دہن میں نمایاں
میں مذلوں جہاں ایک ترے گن میں نمایاں

ہر رنگ میں نیزنگ ہے معبود تجلی
ہر تو میں تیرے شمس و قمر نور تجلی

چارپے جاگرت۔ پن۔ شیتی۔ تریا

(ایک جہاتما کے قلم سے)

دستقل ہیں۔ ہم اُن کو اپنے حواس سے معلوم کرتے ہیں اسلئے اُن کے وجود میں شک و شبہ باقی نہیں رہتا۔ یہ بات درست ہے لیکن خواب میں بھی تو حواس ہی کام کرتے ہیں۔ اس لئے اس وقت کے معلومات و محسوسات بھی مشکوک نہیں۔ اور نہ اُن کو دیر پا ہونا چاہئے۔ کیونکہ جو معلومات اس عالم ظاہر کے اندر برسوں میں طے ہوتے ہیں۔ وہاں لمحوں میں گزر جاتے ہیں۔ اور یہ مکان و زمان کی قیود کم ہوجانے کا نتیجہ ہے بس یہی فرق ہے۔ خواب و بیداری میں۔

خواب کئی قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو خواب پریشان جن میں بہت سے معاملات بے ترتیب نظر آتے ہیں۔ یہ محموم الناس کے خواب ہوتے ہیں۔ دوسری قسم کے خواب وہ ہیں جن میں آئندہ یا گزشتہ معاملات خواہ کسی جگہ کے ہوں ہو بہو معلوم ہوجاتے ہیں۔ چنانچہ بعض صاحبوں کو یہ تجربہ ہوگا کہ جو خواب میں دیکھا تھا وہی وقوع میں آیا۔ ایسے خواب نیک اور سچے لوگوں کو بیشتر نظر آتے ہیں۔

تیسری قسم کے وہ خواب ہیں۔ جن میں بزرگوں۔ جہاتماؤں۔ اوتاروں کے درمیان ہوتے ہیں۔ اور ان سے ہدایت حاصل ہوتی ہے۔ ایسے خواب اعلیٰ درجہ کے ملکوتی صفات انسانوں (استوگوں پرشوں) کو ہوا کرتے ہیں۔

الفرض عالم ملکوت اس عالم ناسوت کا ایک لطیف مثنیٰ یا نقشہ ہے۔ اس لئے اس کو عالم مثال بھی کہتے ہیں۔ جو واقعات و بنیاس جو نئے دلے ہیں وہ ملکوت (سویں اوتھما) میں پہلے ہو چکے ہیں۔ اس لئے بعض واقعات عالم ناسوت (جاگرت تھا) میں واقع ہونے سے پیشتر خواب میں معلوم ہوجاتے ہیں۔ اور نہ بزرگ امیر ظہور میں نہ ہوتا ہو اس کا علم کیسا باریک بینی یا درکھو کہ رُوحانی ترقی پہلے خواب ہی سے شروع ہوتی ہے یعنی نیا۔ اور سچے

پہلا پردہ۔ جسم خاکی استخوان شریر میں سچا اندک کا طور و تارک حالت میں ہوتا ہے۔ زندگی چند روزہ۔ علم محدود۔ سرور نا پائیدار ہم دیکھتے ہیں کہ ہم بذریعہ جسم کثیف کے مکان و زمان کے زندان تنگ میں مقید ہیں اور یہ قیود حصول علم کے سخت مانع ہے۔ ہم نہیں دیکھ سکتے کہ اس دیوار کے اس پار کیا ہو رہا ہے۔ ہم کچھ نہیں جانتے کہ اب سے پانچ منٹ بعد کیا ہونے والا ہے۔ ہاں اگر ان قیود کا حجاب درمیان سے اٹھ جائے اور دُور نزدیک ماضی و مستقبل ایک ہوجائے تو مشیک علم کل بھی حاصل ہوجائے۔ دُور و نزدیک کے واقعات اگلے پچھلے حادثات بلکہ کوئی لازم قدرت ہم پر پوشیدہ نہ رہے۔ اور علم کل کئے لئے ہستی لازوال و سرور دائم لازم ٹھہرا تو کچھ شبہ نہیں کہ علم کل حاصل ہو تو ہم سچا اندک ہوجائیں دراصل یہی قیود ہیں جو ہمارے سچا اندک ہوجانے کی سبب راہ بن رہی ہیں۔

دوسرا پردہ ہاں تو یہ مکان و زمان کی قیدیں جس قدر اس بیرونی پردہ میں ہیں۔ نسبتاً دوسرے پردہ میں بہت کم ہیں۔ اس دوسرے پردہ کا نام سپین یعنی عالم خواب ہے۔ دیکھو اس عالم کے اندر کم کتنے مخلوقائے عرصہ میں بہت سے مقامات اور بہت سے واقعات دیکھ لیتے ہیں۔ جن کے دیکھنے کو جسم کثیف میں ایک بڑی مدت درکار ہوتی ہے۔ اس پر بعض صاحب یہ اعتراض کر سکتے ہیں کہ خواب تو ایک خیالی سوانگ ہے آنکھ مٹی اور نظروں سے غائب نہ کہیں آئے نہ کہیں گئے۔ اس وقت کے محسوسات، عالم بیداری میں کچھ وجود نہیں رکھتے۔ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جیسے خواب کی باتیں بیداری میں لاشعہ معلوم ہوتی ہیں۔ ایسے ہی بیداری کا ہنگامہ خواب میں بھولا لپسرا ہوجاتا ہے۔ تو ان دونوں حالتوں میں کس کے محسوسات کو صحیح مانتیں اور کس کو غلط کس کو اصل سمجھیں۔ کس کو عارضی۔ شاید یہ کہو گے کہ جاگرت یعنی بیداری کی محسوسات پائدار

آدمیوں کو سچے خواب نظر آنے لگتے ہیں۔ خواب سے انسان اپنے دل کی صفائی یا کدورت کا اندازہ کر سکتا ہے کیونکہ خواب صفائی دل کا آئینہ ہے۔ اور حصول سچا سچا اندکادہ روزہ ہے۔

تیسرا پردہ۔ اندرونی پردہ وہ ہے جس کو شہیقتی (خواب غفلت) کہتے ہیں۔ جب ہم خواب غفلت سے جگنکتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ بڑے آرام سے سوتے۔ اس پردہ میں ہم نے آرام ضرور محسوس کیا ہے کہ جاگنے پر اسکی یاد آئی۔ ورنہ جو چیز ہم نے محسوس ہی نہ کی ہو اس کو یاد نہ کیوں کر کر سکتے ہیں۔

کیسا ہی دکھ درد ہو۔ کیسی ہی بینائی بے چینی ہو۔ اس پردہ میں پہنچتے ہی راحت و سکون سے بدل جاتی ہے چونکہ سر و کما ظہور بغیر علم کے اور علم کا ظہور بدوں رستی کے ممکن نہیں اسلئے سچا سچا اندکادہ ظہور اس پردہ میں یقینی ہے مگر ہم اس پردہ سے قطعی ناواقف ہیں۔ لہذا جاگنے کے بعد ہم کو وہاں کے علم کی کچھ خبر نہیں رہتی۔ اگر وہاں علم نہ ہوتا تو حالات مبالغہ کا سلسلہ

حالات مبالغہ سے ٹوٹ جاتا یعنی خواب سے پیشتر کے حالات بالکل یاد نہ رہتے۔ علم مسمریزم کے ذریعے سے کچھ کچھ حالات اس پردہ کے معلوم ہوئے ہیں۔ معمول جب اس حالت میں لایا جاتا ہے۔ تو فوراً وہاں کے صحیح حالات بیان کرنے لگتا ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہاں مکان و زمان کی قیود نہایت

کم ہوجاتی ہیں۔ اور چونکہ وہ پردہ نہایت لطیف ہے اسلئے وہاں کا علم بھی بہت صحیح ہوتا ہے۔ اور چونکہ سچا سچا اندکادہ ظہور اور پردوں کی نسبت اس میں بدرجہا زیادہ ہے۔ اسلئے اس قدر سرور حاصل ہوتا ہے کہ معمول بسا اوقات وہاں سے دل لیں ناہیں چاہتا۔ لیکن ایسے معمول کمتر دستیاب ہوتے ہیں جو عالم جبروت تک پہنچ سکیں بیشتر ایسے ہی ملتے ہیں جن کی

دستی صرف ملکوت (سوپن) دستھا تک ہوتی ہے اور وہیں کے حالات بیان کر سکتے ہیں۔

یوں تو ہم روزمرہ ان تینوں حالتوں یا پردوں میں گزرتے ہیں۔ مگر ہم نے بیرونی پردہ سے ایسا مضبوط تعلق پیدا کر لیا ہے کہ بس اس کے قانون سے واقف ہیں۔ باقی دو پردوں سے نہایت کم۔ کیونکہ ان میں جو پہنچتے ہیں۔ بے اختیار پہنچتے ہیں۔

البتہ انکی طرف ہماری توجہ پوری پوری ہو تو پھر ان کے قوانین سے بھی ایسا ہی وقوف اور ایسا ہی فائدہ حاصل کر سکتے ہیں جیسا کہ عالم ناسوت (عبارت اوتھھا) کے قوانین سے چنانچہ جنگلی وحشی آدمی جنکو اس دنیا کے قوانین سے کم واقفیت ہے انکو اس عالم کے اشیاء پر بہت کم اختیار و قابو حاصل ہے۔ حالانکہ علوم مادی کے جاننے والے انہیں اشیاء سے صد بار قسم کے کام لیتے اور فائدے اٹھاتے ہیں۔ ریل تار وغیرہ صنعتیں صرف واقفیت ہی کی بدولت جاری ہیں بس ان پردوں میں ناواقفیت نے ہر کچھ بھی وحشیوں کی طرح بے اختیار لے بس کر رکھا ہے اگر بیرونی پردہ کے مانند ان پردوں پر ہم کو قدرت حاصل ہو جائے اور ماقتیاد خود ان میں جا سکیں تو ان کے قوانین سے بہت فائدے اٹھا سکتے ہیں اور ہمارے علم و سرور کو بہت ترقی و وسعت ہو سکتی ہے۔

چوتھا پردہ۔ جب انسان تیسرے پردہ سے گذر کر چوتھے پردہ ترغیبا یعنی عالم لاہوت میں پہنچتا ہے۔ اسکا علم و سرور تحریر و تفسیر میں نہیں آسکتا۔ ایسے شخص کو حیون محنت کہتے ہیں بسا زود ہوتا ہے اور فقیروں میں جو درجی بندھیاں (کشیف و کرامت) دیکھی جاتی ہیں وہ قانون قدرت کے خلاف نہیں۔ بلکہ ان قوانین کے مطابق ہیں۔ جن سے ہم ناواقف ہیں کشف کے معنی ہیں کھلنا پس فقر اکودہ پردہ کھل جاتے ہیں جو سر دست ہماری چشم بصرت پر پڑے ہوئے ہیں۔

انسان کے سر پر وہیں دو جڑ بونٹے ہیں۔ ایک جڑ تو جسم ہوتا ہے دوسرا جڑ اس جسم میں سچا سچا اندکادہ ظہور اور سای ظہور کا نام روح یعنی آتما ہے۔ اجسام کی اصلیت پانچ عناصر اکاش۔ واپو۔ اگنی۔ جل اور پرتھوی ہے اسلئے کل اجسام ان پانچ عناصر کی طرف رجوع کرتے ہیں اور روح کی اصلیت ہے۔ سچا سچا اندکادہ۔ اسلئے روح ہمیشہ سچا سچا اندکادہ جو رجوع کرتی ہے۔ جب تک اسکو اپنے اصل سچا سچا اندکادہ کی راپتی نہیں ہوتی۔ یہ سرگرداں ہی رہتی ہے اور شانتی کو برابرت نہیں ہوتی۔

اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ سچا سچا اندکادہ اصول کی قابلیت صرف روح میں ہے نہ کہ جسم میں کیونکہ جسم کی اصلیت اور ہے پس روح ہی انسان کی اصلیت ہے یا یوں کہو کہ درحقیقت روح ہی انسان ہے

جولائی ۱۹۶۵ء

اوم

نظرِ عزیز

شہری نوبت لائے شوخ

خواب میں چتا ہے تن تو بے شمار
 مان کراکت تن کو اپنا آپ تو
 دیکھتا ہے یوں ہی بیداری میں تو
 تجھ سے خود معکوس تیرا ہی خیال
 اُن کا ہوتا ہے تو خود آئینہ دار
 دیکھتا ہے تو جو رنگارنگ روپ
 آپ ہی ہوتا ہے سب میں جلوہ یار
 دوسروں کو غیر کرتا ہے شمار
 اور سب کو آپ سے بیگانہ وار
 روپ کرتا ہے ہزاروں اختیار
 اُن کا ہوتا ہے تو خود آئینہ دار
 مثل سایہ تجھ میں ہو کر آشکار
 جوں کا توں رہتا ہے تو خود برقرار
 ناگہاں ہوتے ہیں بے نام نشان

ہے کہاں تو خوابِ بیداری کے تن

تو ہے بحرِ نورِ ناپیدا کتار

پروفیسر نرمل چندری

آتم جیوتی کی کرنیں

آتم ساکشات کے لئے ایک قیمتی اشارہ یہ ہے کہ آتما کے سمبندھ میں سوچنے کی بجائے صرف یہ وچار کرو۔ کہ تجربہ کیسے ہوتا ہے؟ دیکھتا اور سنتا کون ہے؟ شک کیسے ہوتا ہے؟ ڈر کیسے لگتا ہے؟ کون ہے جسے بہنا قابل انکار تجربات ہوتے ہیں اور جس کی ہستی سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ جو اپنا ثبوت آپ اور بذات خود موجود ہے۔ تم وہی ہو۔

یہ سوچنے کی ضرورت نہیں کہ میں آتما یا برہم ہوں یا میں شریر یا من نہیں ہوں۔ ہر ایک تجربہ آتم جیوتی سے ہی ممکن ہوتا ہے۔ اپنا آپ کل تجربہ کی روشنی ہے۔ مٹھائی کی مٹھاس جینی کا ہونا ثابت کرتی ہے۔ اسی طرح کل تجربہ آتم جیوتی کا ثبوت ہے۔

آتم گیان کے لئے ایک گزتا یا اٹھان کا خیال کرنے کی بجائے یہ وچار کرو۔ کہ ان دونوں متضاد حالتوں کو جاننے والا کون ہے؟ وہی تم ہو۔ اپنے آپ کو جاننے کی کوشش آتم انہ بھوتی سے دُور رکھتی ہے۔ آتما کا دریا اور اودیا سے کوئی سمبندھ نہیں ہے۔ ودیا اور اودیا پر کاش اور اندھکار۔ جاگرت اور سوپن۔ ہوش اور بے خبری ہستی اور نیستی اپنے آپ سے ہی جانے جاتے ہیں۔ وہی تم ہو۔

خیالات کی گردش۔ من کی ڈور کو روکنے کی بجائے یہ دیکھو کہ خیال کہاں سے اُٹھتا ہے؟ جسم تو کہہ ہی نہیں سکتا کہ میں جسم ہوں۔ پھر کون کہتا ہے کہ میں جسم ہوں؟ تم وجود واحد ہو۔ لہی وچار کرو۔ کہ تم ہو مگر جسم نہیں ہو۔ تب اپنا آپ اُدھو ہونے لگے گا۔ خالص ہستی ولوڑ دُسرور +

آتم وچار میں دھیان کے لئے جگہ نہیں ہے اور یہ (خیالات کو باہر سے ہٹا کر اندلانا) اور ابھیااس (خیالات کو آتما میں جمع کرنا) دونوں سے اوپر ہے۔ ویرا گبیہ یا ابھیااس میں نہیں +

اگر ایک گزتا میں نیند آجائے۔ تو وہ نیند بھی سادھی کا اثر رکھتی ہے۔ تم ہی وچار کرو کہ کیسے لذت یا خوف محسوس ہوتے ہیں؟۔ ایک گزتا اور اٹھان کا س کشی کون ہے؟

تم ہی تو ہستی نیستی کے ناظر۔ دیکھنے اور نہ دیکھنے والی دھرو جیوتی ہو۔ پس خود بخود ہو رہو + ..

بھگوان کرشن کا پانڈوؤں کی اپدیش

پانڈوؤں کی جلا وطنی کا ایک درشبہ

(ازدشری برہما تہ نندہ)

بھگوان کرشن (رحمۃ سے اترتے ہوئے) کیا آپ سب گش
پور دگ ہیں؟

یہ صشر :- کر یا ہے ہمارا ج !

کرشن :- گوروؤں کی بے انصافیوں کا یہاں اب لبریز ہونے والا
ہے سیتھ کی ہمیشہ فتح ہوتی آئی ہے اور ہوتی رہے گی۔ یہی بات
کا اٹل نیم ہے۔ پر ہمارے اٹل نیموں کو توڑنے کی شکستہ کسی سے نہیں۔
داجاناک ایک دوت اگر پر نام کرتا ہے اور جھکا کر ایک طرف
کو کھڑا ہو جاتا ہے اور کہتا ہے :-

دوت :- ہمارا ج ! در پودھن ہمارا ج شکار کھیلے کیلئے جنگل
میں آئے تھے۔ دشمنوں نے انہیں گھیر کر پکڑ لیا ہے انہیں امداد
کی سخت ضرورت ہے ورنہ نہ معلوم دشمن ان کے ساتھ کیا سلوک
کریں :-

بھیم :- (آگ بجولہ ہو کر) مرنے دو کجنت کو۔ بھری سبھا میں
درویدی کا ایمان کرنے والا، پانڈوؤں کو لاکھ کے محل میں
جلانے کی کوشش کرنے والا۔ پھیل اور کیٹ سے پانڈوؤں
کے راج پر قبضہ کرنے والا آج پانڈوؤں کے پاس ہمارا کی بھگشا
مانگتے آیا ہے۔ بڑی کہیں کا جاتا اس سے کہ درویدی چندال
جو کڑی سے امداد طلب کرے۔ بڑی بڑی ڈینگیں مارنے والے
گرن کو بلانے بھری سبھا میں درویدی کے کیش لینے والے
دو شاخس سے امداد طلب کرے۔ مڑ پھٹ شکستہ سے کہہ کہ وہ
اسے دشمنوں سے خلعی دلاتے بھیم کی لگا درویدی دھن کی ہڈیا
توڑ سکتی ہے اس کے سینے کا لہو پی سکتی ہے۔ اس کی امداد
نہیں کر سکتی۔

جنگل کا نظارہ، جلا وطن پانڈو اور درویدی ایک تخت
کے نیچے بیٹھے ہیں۔ بھیم جو باقی بھائیوں سے زیادہ منہموم ہے ذرا
فاصلہ سے ایک پتھر پر بیٹھا ہے۔ جلا وطنی میں پانڈو کا مسکن ہے
پانچوں بھائی خاموش بیٹھے ہیں درویدی :- (خاموشی کو توڑتے ہوئے)
درویدی نے پانچ بھائیوں کو جلا وطن کر کے سمجھ لیا ہو گا کہ اب وہ
چھین کی بنی بجائے گا۔ اور ہستنا پور پر بلا کھٹے راج کر سکیں گا لیکن اسے
یاد رکھنا چاہئے کہ اگر جن کے گاندھوا اور بھیم کی لگا کوڑنگ نہیں لگا گیا۔
ارجن :- گاندھوی کی لڑکا اب بھی دشمنوں کے سینوں میں بکھے پیدا کرنے کی
شکستہ کھتی ہے۔ گاندھو سے نکلا ہوا بان دشمنوں کے کیلئے پھلنی کے
بغیر دایس نہیں آتا۔

بھیم :- (نزدیک آتے ہوئے اور بات کاٹتے ہوئے) دھرم پتر کا انوکھا
دھرم ہیں کہیں کا نہ رکھے گا سختیاں برداشت کرتے جاؤ اور حرف شکایت
زبان پر نہ لاؤ۔ یہی ان کا دھرم ہے۔ اور یہی ان کے دھرم کی مہربانیا۔
سب سے بڑا پوکر سلوک کرنا کیا دھرم نہیں ہے بھیم کی رگوں میں خون
کھول رہا ہے لگا دشمن کی ہڈیاں چور کرنے کے لئے تڑپ رہی ہے لیکن
جو وہیں دھرم پتر کا دھرم ہی کہتا ہے۔

یہ صشر :- بھیم ! کوسو مجھے جی بھر کے کوسو! میں اسی قابل ہوں۔
درویدی کے ایمان کا تہاری جلا وطنی کا راج پاٹ جالے گا میں ہی
ذمہ دار ہوں مجھے جو کچھ کہو کم ہے۔

ارجن :- بھیم ! انہیں ایسے کھوڑا سب استعمال کر کے دھرم پتر کے کوئل
ہرگز کے کوٹھیس نہیں لگانی چاہئے سیتھ کی وجہ اور سیتھ کی راج
ادشہ ہوگی۔ وہ دن نہیں رہے تو یہ دن بھی نہیں رہیں گے۔ (بھگوان
کرشن کا رحمہ نظر آتا ہے پانچوں بھائی سواگت کے لئے کھڑے ہو جاتے ہیں)

شکستی :- ٹھیک ہے ہمارا ج ! ہم نے اُن سے زبردستی تھوڑا
چھین لیا ہے۔ پالسنہ کے ڈھنگ بڑے ہیں جس کے حق
میں پڑ جائے وارے نیارے کر دیتا ہے۔

کرن :- ہمارا ج ! اُن میں ہمت ہے تو رن بھو می میں کیوں
نہیں اُترتے۔ وہاں اُن کے اویھکاروں کا فیصلہ ہو گا
گا۔ سمجھ نہیں آتی کہ اُس کو بار بار تکلیف کیوں دیتے ہیں ؟
کرشن :- بھرتا کرُن ! میں اُن کا بھیجی ہوا نہیں آیا اپنے آپ

آیا ہوں۔ آخر تم اور وہ ایک ہی جسم کے دو انگ ہو نا !
تمہاری رگوں میں ایک ہی پتا کہ خون دوڑ رہا ہے
ناخن کبھی گوشت سے علیحدہ نہیں ہوا۔ زین پر گرے ہوئے
اناج کا اب بھی کچھ نہیں بگڑا۔ تمہیں اب بھی پانڈوؤں کو
ان کا راج پاٹ واپس دے کر اس پوتر بھومی کو خون کے
غسل سے بیا لینا چاہیے۔

کرن :- ہم ان باتوں سے دُرنے والے نہیں ہمارا ج ! خون
گرتا ہے تو گرے دو۔ بھارت کی زمین یو دھاؤں کے
خون سے لال ہوتی ہے تو ہونے دو۔

کرشن :- اچھا اگر تم ان کا سارا راج پاٹ واپس کرنے
کیلئے تیار نہیں تو اُن کے راج کا کچھ حصہ ہی واپس کر دو
تاکہ وہ اپنا گزارہ تو کر سکیں آخر وہ بھی تھکے بھائی ہیں۔
دُر یو دھن :- بھوئی بات ہے ہمارا ج !

کرشن :- اچھا پانچ بھائیوں کو پانچ گاؤں ہی دیدو۔ ایک
ایک بھائی کیلئے ایک ایک گاؤں ہیں کوروؤں کے دربار
سے خالی ہاتھ لوٹنا نہیں چاہتا۔

دُر یو دھن :- دُر یو دھن کے دربار سے تو انہیں سوئی کے نیچے
کے برابر بھی جگہ نہیں مل سکتی ہمارا ج !

کرشن :- اچھا تو پھر پانڈوؤں کیلئے جنگ کے سوا کوئی چارہ نہیں !
(برودہ گرتا ہے۔)

تیسرا اسین

درونا چاریہ کا اشرم۔ چاروں طرف دھنش، گدائیں
اور دیگر شے بکڑے ہیں۔ درونا چاریہ جی اُنے والی تباہ
کے تصور سے مغموم نظر آتے ہیں، سامنے دیوار میں بیٹھے ہیں۔

کرشن شانت ہو بھیم شانت ہو۔ یہ سب کچھ سہی
لیکن تمہیں بھولنا نہیں چاہیے کہ آپس میں لڑنے
کے لئے وہ سو ہیں اور تم پانچ لیکن غیر کے مقابلہ
میں تم ایک سو پانچ ہو۔
(برودہ گرتا ہے)

دوسرا اسین

ایک بڑے کمرے میں چاروں طرف تلواریں
اور ڈھالیں لٹک رہی ہیں۔ سامنے ایک گدایا پر
مہاراج در یو دھن بیٹھے ہیں شکستی، کرن،
دو شاسن وغیرہ اور گرد بیٹھے ہیں۔ رقص مورو
کی محفل ابھی بھی ختم ہوئی ہے۔

شکستی :- شکستی کے داد کے سامنے بھیم کی گدا اور ارجن کا گدا ڈو دھر
کا دھرا رہ گیا۔ (دور سے ہنستا ہے)

دُر یو دھن :- دو شاسن کے سینے پر چڑھ کر خون پینے اور اس کے
خون سے درویدی کے کیشوں کو سینچنے کی ریتکیا کرنے
والا بھیم جنکوں کی خاک چھان رہا ہو گا۔ بھکانا نہیں کا !
دُر یو دھن کا مقابلہ سولی بات نہیں ہے۔ وہ آپس کے ضرور
آئیں گے میرے چلوں پر سر رکھ کر رولی کی بھکشا مانگیں گے
لیکن اس گھر سے انہیں بھکشا بھی نہیں مل سکتی۔

دو شاسن :- آپس گے کہاں سے۔ اب تاک م کھپ گئے ہوں
گے بھگوان کرشن داخل ہوتے ہیں تمام تعظیم کے طور پر
اُٹھ کھڑے ہوتے ہیں)

کرشن :- (ہاتھ سے بیٹھے کا اشارہ کرتے ہوئے) کشل ہونا
دُر یو دھن !

دُر یو دھن :- ہمارا ج کی کرپا ہے۔

کرشن :- پانڈوؤں کے ساتھ تم نے جو کچھ کیا ہے دھرم
اور انصاف تو کسی طرح اس کی اجازت نہیں دیتا۔

دُر یو دھن :- ہمارا ج ! اس میں میرا کیا دوش ؟ انہوں نے
خود کو اکیلا اور اپنا سب کچھ ہار دیا۔ کیوں ماموں شکستی
بھیاک ہے نا۔

از دفتر سالہ اوم

نمبر

شعبان

ہم کو آپ کے شہد چاروں کی رُوسے ہم آپ کو سالہ اوم کا دوامی سرپرست خیال کرتے ہیں۔ اور یقین رکھتے ہیں کہ آپ اس کی سرپرستی کے بھی مستکشف نہیں ہوں گے۔ تاہم اطلاع عرض ہے کہ چندہ کی رُوسے آپ کی معیار خریداری اس ماہ میں ختم ہے۔ اسلئے آپ کو پکار کے اپنا سالہ چندہ بہت جلد ارسال کرنے کی کراہیں۔ تاکہ دفتر کے قواعد کے مطابق آپ کی سیوا میں اگلا پرچہ بذریعہ وی۔ پی ارسال نہ ہو۔ وی۔ پی کی صورت میں خواہ مخواہ بھیجی اسلئے

60

کالعدم ہوتا ہے۔ بوقت خط و کتابت چٹ نمبر کا حوالہ دیکر منگوا فرمادیں۔

یوگیشیول سے کرتا تھہ کیجئے

اپکا شہد چٹنگ

مینبر سالہ اوم

کھائیوں، چچوں، پیتاموں کو ایک دوسرے کے خلاف مرنے مارنے کے لئے تیار دیکھ کر میرے انگ شغل ہو گئے ہیں۔ میرے ہاتھوں سے گانڈیو و صفحہ گرجا رہا ہے۔ ہمارا راج! میں فتح نہیں چاہتا۔ میں راج کے سنگھوں کو بھونگنا نہیں چاہتا۔ جن لوگوں کے لئے راج اور سنگھ کی ضرورت ہے وہ تمام راج کے سنگھ کی بھیا کو چھوڑ کر مرنے مارنے کے لئے میدان جنگ میں کھڑے ہیں۔ ہستنا پور کا راج تو کوئی چیز نہیں۔ میں تو تین لوگ کے راج کے لئے بھی بیٹھ نہیں کرنا چاہتا۔

کرشن :- یہ تیری بھول ہے! راج! جن لوگوں کو تو اپنا سمجھتا ہے یہ دراصل تیرے نہیں اور پھر آتما اثر ہے۔ یہ کبھی نہیں مرنے شہسوار سے کاٹ نہیں سکتے آگ اُسے جلا نہیں سکتی اور پانی اُسے بہا نہیں سکتا۔ جس طرح منش پرانے کیڑوں کو اُتار کر نئے پن لیتا ہے اسی طرح آتما ایک جو لے کو چھوڑ کر دوسرے کو گرسن کر لیتا ہے۔

ارجن :- ہمارا راج! اگر میں اپنے ان کھائیوں کا بڑھ بھی کروں تو بھی میں نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا یا نہیں۔

کرشن :- یہی تو تیری بھول ہے! منش کا دھرم ہے کہ دنیا میں اپنا فرض ادا کرتا جاتے اور نتیجہ سے بے نیاز رہے۔ اسے پر ماتما پر بھروسے یہی کامیابی کا راستہ اور منجی کا سیدھا مارگ ہے۔ اس لئے تم اپنے فرض کو ادا کرو۔

ارجن :- ہمارا راج میرے شکوک دود ہو گئے ہیں میں لڑنے کے لئے تیار ہوں۔

کاش :- کہ آج بھی ہمارے تینا پکستان کی ذہنت کو سمجھیں اور گیتا کے افسانہ دھرم بیٹھ کے لئے تیار ہو جاویں :- (اوم شرم)

ارجن :- آچارہ جی! آپ نہیں دیکھتے ہمارے ساتھ ظلم ہو رہا ہے ہم نے بیٹھ سے بچنے کے لئے کیا کچھ نہیں کیا۔ درلودھن سے پانچ گاؤں کی یا چٹائی۔ لیکن اُس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔

درونا چاریہ :- یہ سب کچھ ٹھیک ہے ارجن! میں اسے مانتا ہوں۔

ارجن :- پھر آپ سب کچھ دیکھتے ہوئے بھی چیپ ہیں۔ درونا چاریہ :- ہاں چیپ ہوں ارجن!

ارجن :- آپ دھرماتما ہیں آچارہ جی! آپ سے کچھ کہنا سورا ج کو چراغ دکھانا ہے ہم نے آپ کے قدموں پر بیٹھ کر دھرم کی شکستہ شانی ہے ہمارا راج!

درونا چاریہ :- یہ سب کچھ ٹھیک ہے ارجن!

لیکن میں کورودوں کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا۔ ان کا

نمک میری رگ میں رچ چکا ہے۔ ارجن!

میں مجبور ہوں بے بس ہوں سب کچھ جاتا ہوا

بھی ادھرم کا ساتھ دینے کے لئے مجبور ہوں۔

(پیرہ گرتا ہے)

چوٹھاسین

کوروش کشیز کے میدان میں کورودوں اور پانڈوؤں

کی فوجیں ایک دوسرے کے سامنے صف آرا

ہیں۔ یودھاؤں کے پتر دشمن کا خون بہانے

کے لئے ترکشوں میں تڑپ رہے ہیں۔ دونوں

فوجوں کے سنیا پتی اپنی اپنی فوج کی ترتیب

مکمل کر چکے ہیں بیٹھ کا شکہ بچنے والا ہے۔

ارجن :- ہمارا راج! میرا راج دونوں دلوں کے درمیان

لے چلو میں دونوں فوجوں کا حائرہ لیتا چاہتا

ہوں۔

کرشن :- بہت اچھا!

ارجن :- (دونوں فوجوں کو آگے سامنے دیکھ کر) اپنے

گوہنڈ پرکاش (ہندی) مُصنّف برہم لین شری سوامی گوہنڈ آنند جی ہزاراج

(ہندی شری سوامی رام تیرتھ جی ہزاراج اکیم۔ اے)

چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ اس میں گوہنڈ پیر۔ گوہنڈ پیر۔ جوہ گوہنڈ۔ گوہنڈ لیللا۔ غم کی دوائی۔ گوہنڈ وچار۔ گوہنڈ چمن۔ یہ ساتوں پننیکس اُردو سے ہندی میں کردی گئی ہیں۔ اُردو، فارسی کے مشکل الفاظ کے معنی فٹ فوٹ میں دیدیئے گئے ہیں۔ گوہنڈ بلاس ہندی جو کہ اس کتاب کا ایک حصہ تھا۔ وہ بھی اس میں آگیا ہے۔ پاکستان بن جانے کے بعد یہ کتاب نایاب ہو چکی تھی۔ اب ریش کی بھاشہ ہندی ہو جانے کے کارن اسے ہندی میں چھپوا دیا گیا ہے۔ اس میں پریم بھگتی۔ ویراگیہ اور گیان کے مضامین کو سوامی جی نے نہایت دلچسپ پیرایہ میں ادا کیا ہے۔ جو کہ سینکڑوں بھگوت پریمیوں نے اسے ازبر کر رکھا تھا۔ جہاں تاؤں۔ جگیا سوؤں کے بار بار اسرار پر سوامی جی کے ہشیشہ جہاں تادولت رام جی نے اسے 20 پوائنٹ کے موٹے ٹائپ اور سائز $\frac{20}{8}$ میں بڑھیا سفید کاغذ پر چھپوا دیا ہے۔ اس میں شری سوامی رام جی کی جی کلامک فوٹو بھی لگوایا ہے۔ یہ پتک پرچار کی خاطر محض لاگت یردی جارہی ہے۔ صفحات 644 ہیں۔ سادہ جلد کی قیمت ساڑھے تین روپے ($3\frac{1}{2}$) اور کپڑے کی بڑھیا مکمل جلد کی قیمت صرف چار روپے 4/- رکھی گئی ہے۔ ڈاک خرچ دو روپے علاوہ ہوگا۔ میلنے کا پتہ:- رسالہ اوم اجیری گیٹ دہلی ۱۶ جی (۲) فرنئیڈ بیپر کارپوریشن 707 چاڈری بازار۔ دہلی (3) بھگوان بھون۔ ریلوے روڈ۔ رشی کش (یو۔ پی) (4) سوامی پری پورناتند سنگھ آشرم۔ منی کی ریتی۔ رشی کش (5) نیچر ہرملاپ بھون۔ ہرودار (یو۔ پی)۔ (6) لالہ امین لال بیدیو۔ اخبار فروش گھنٹہ گھر۔ لدھیانہ۔ (7) پریم ہنس کٹیا۔ پانی پت ضلع کرنال (8) بھگت کانشی رام جی 267۔ ایل۔ ناؤل ٹاؤن کرنال۔

کرشن انک ۱۹۶۶ء

اگلے سال کا سالنامہ کرشن انک کے نام سے منسوب ہوگا۔ جو کہ یکم جنوری 1966ء کو شائع ہوگا۔ اس میں برہم گیتا جی ہا پرشوں کے لکھ۔ اور جیون مکت سنتوں بھگتوں اور گیتا پیرشوں کی جیونیاں (سوانح حیات) اور زندگی کے تجربات۔ نیز جہا بھارت کے شانتی پررب کا اقتصاد بھی درج ہوگا۔ ہماری اپنے معزز لیکھوں سے پرار تھنا ہے کہ وہ اپنے مضامین ہمیں 15 اکتوبر 1966ء تک قلبند کر کے ارسال فرمادیں۔

(منیجر)

(نوشاب نویسی)

بھگوان سے خطاب

سوی کوکنا تھ دی

یہ خواہش حشر تک پوری مہری سرکار ہو جائے
مجھے مرنے سے پہلے آپ کا دیدار ہو جائے

تمہاری آنکھوں سے کچھ گیت ستوارے برس جائیں
تمہارے چہرے سے کچھ مست نظارے برس جائیں
تمہارے ہونٹوں سے کچھ ہنسی کے دھالے برس جائیں
یہ مڑ بھایا ہوا جو بارغ ہے گلزار ہو جائے

مجھے مرنے سے پہلے آپ کا دیدار ہو جائے
یہ خواہش حشر تک پوری مہری سرکار ہو جائے

تبسم میری آنکھوں میں یکا یک جگمگا اٹھے
تہنم میرے دل کے ساز پر خود جھنجھٹا اٹھے
تکلم میرے ہونٹوں پر اچانک مسکرا اٹھے
میرا تار یک گھراک لمحہ پُر انوار ہو جائے

مجھے مرنے سے پہلے آپ کا دیدار ہو جائے
یہ خواہش حشر تک پوری مہری سرکار ہو جائے

اشالے پر تمہارے جان و دل دونوں فدا کر دوں
تمہارے پاؤں پر سر رکھ کے حق اپنا ادا کر دوں
تمہارے سامنے میں روح کو تن سے جدا کر دوں
تمہارا سامنا بس عمر میں اک بار ہو جائے

مجھے مرنے سے پہلے آپ کا دیدار ہو جائے
یہ خواہش حشر تک پوری مہری سرکار ہو جائے

ہم دکھوں اور مصیبتوں سے کس طرح بچ سکتے ہیں

دھرم راج یدھشتر کا سوال راج رشی۔ یہ ششم پننامہ جی کا اپدیش روپی جواب

یہ نہیں بلکہ وہ بدھیان بھی اول درجے کا تھا۔ اس پر اس میں کو
دیکھ کر راجہ پر بلاؤ نے اس سے پوچھا ہے مٹی آپ تندہ ست ہیں۔
شدہ ہیں۔ جتندہ رہیں اور آدھ کر نے کی اچھا سے وہ ہیں۔
آپ نے اپنی خواہشات کو اپنے میں کر لیا ہے۔ آپ کسی کی
برائی نہیں کرتے۔ آپ کی بول چال نہایت دلکش ہے۔
آپ بڑے بدھیان ہوں ان گنوں کے ہوتے ہوئے بھی آپ
دنیا میں بچنے کی طرح گھوم رہے ہو تو آپ لالچ کی پرواہ
کرتے ہیں اور نہ نقصان ہو جانے پر رنج کرتے ہیں۔ ہم کو ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ آپ ہمیشہ کے لئے سنسارک پیار رکھوں گے
منتشٹ ہو چکے ہیں۔ آپ سنسار کی چیزوں سے سیر ہو چکے ہیں
اسلئے آپ سنسارک جھگڑوں کی کچھ پرواہ نہیں کرتے ہیں آپ
سے پوچھنا ہوں کہ

ایک دن دھرم راج یدھشتر نے راج رشی بھیشم جی
سے پوچھا ہے۔ پننامہ آپ سنسار کے سب بیوانوں کو اچھی طرح
جانتے ہیں۔ یہی نہیں بلکہ آپ دھرم کو اور دھرم کے کاموں کو بھی
اچھی طرح جانتے ہیں۔ اس لئے آپ مجھے بتلائیے۔

۱۔ انسان کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے کہ وہ بچ سکتا ہے
۲۔ انسان کو دنیا میں رہتے ہوئے۔ دینی لوگوں کے ساتھ
کس طرح برتاؤ کرنا چاہیے۔ جس سے دکھ نہ رہے اور بھی انسان
کا دل رنجیدہ نہ ہو۔

۳۔ آپ یہ بھی بتلائے کہ دنیا میں وہ کرنا انسان کس کرم کو
کرتا ہوا۔ اور تم گنتی کو برایت کر سکتا ہے۔ ایسا کونسا کرم ہے جس
کے کرنے سے انسان اس گنتی کو اس مارگ کو پاسکے کہ طہیں پر
چل کر گذشتہ ہمتاؤں نے سد گنتی کو برایت کیا ہے۔

راج رشی بھیشم کا جواب

مہاراجہ یدھشتر جی کے سوال کرنے پر بھیشم جی نے
جواب دیا۔

جے۔ راجی! اس بارے میں ایک بہت پرانا اتہاس جو کہ
پر بلاؤ اور دیگر رشی کے سبب کی شکل میں ہے۔ آپ سے کہتا ہوں
اس کے سننے سے تمہارے سب سوالوں کا جواب تمہیں اچھی
طرح میں مل جائے گا۔

ایک دن اصرہ دھرم نے بدھیان راجہ پر بلاؤ نے
ایک جھگڑائی پر اس کو دیکھا۔ وہ بڑا بھگن ہوا خوش تھا۔ اس کے
چہرے پر مسند کھائی دیتا تھا۔ وہ بڑا مضبوط اور با محنت تھا۔

۱۔ آپ کی پرگیا (بدھی) کیسی ہے۔ (۲) آپ کا وید وغیرہ
کا پٹھن پٹھن اور ورتی کیسی ہے۔ (۳) آپ اپنی کیا رائے رکھتے
ہیں۔ (۴) آپ نے کہاں تک پڑھا لکھا ہے۔ آپ کی جیت ورتی کیسی
رہتی ہے۔ کیا جانتی ہے۔ اگر آپ ان باتوں کا جواب دینا نہیں چاہتے
تو کیا ان کا رسی سمجھیں تو آپ میری باتوں کا جواب دیجئے۔

بھیشم جی کہنے لگے۔ یہ یدھشتر جب پر بلاؤ جی نے اچھ رشی
سے مندرجہ بالا باتیں پوچھیں تب دھرم کے جاننے والے بدھیان جھگڑ
رشی مٹھی اور مٹھی مانی سے پر بلاؤ کو لپٹ لے گئے۔

یہ پر بلاؤ جھگڑ کو کسی حالت میں کسی بھی چیز سے نہ ہی تو متاثر
ہوتا ہے۔ اور نہ ہی رنج میں چیزوں کو دیکھ کر نہ ہی سکھانا ہوں۔
اور نہ ان کے ناش ہو جانے پر دکھ۔ دینی چیزوں میں انسان کی

مٹ نہیں سکتا۔ میں نے اس بات کو اچھی طرح جان لیا ہے۔ اس لئے اب میں اُند کر رہا ہوں۔

سنتوش سے شکھ ملتا ہے۔

کبھی کبھی اچانک بڑے بڑے اور اچھے اچھے لقمے تجھ کو مل جاتے ہیں اور انکو میں کھاتا ہوں۔ کبھی بہت دن تک بنا کھائے ہی پڑا رہتا ہوں۔ کھانے کو کچھ بھی نہیں ملتا۔ کبھی کبھی لوگ چھک بہت لذیذ کھانے کھلاتے ہیں۔ کبھی کبھی مجھے بہت اناج مل جاتا ہے کبھی کبھی بہت تھوڑا ملتا ہے۔ یہاں تک کہ کبھی کبھی کچھ ملتا ہی نہیں۔ کبھی کبھی میری گزارا کرتا ہوں اور کبھی کبھی پانی پی کر ہی وہ جاتا ہوں اور کبھی کبھی حلاوت وغیرہ اچھی چیزیں کھاتا ہوں۔ اور کبھی کبھی بنا سوار گئے کھاتے ملتے ہیں کہ نہیں کو کھالیتا ہوں میں کبھی تو اچھے پنک پر سوتا ہوں اور کبھی زمین پر ہی پڑا رہتا ہوں۔ بے رجن کسی وقت میں ارداسی کے کپڑے ہی پہن تا ہوں۔ اور کبھی بیش قیمت ریشمی کپڑے پہنتا ہوں۔ اچانک دھرم الو کوں پت ہو گئے اچھے یا بُرے سامانوں کا میں کبھی ترسکا رہتا ہوں۔ دھرم الو سار کیسی ہی چیز مجھے مل جاتی ہے اس کو میں بڑی نظر سے نہیں دیکھتا۔ کہ کبھی بُری چیزیں اپنے گزارے کے لئے کیسی بھی مل جاویں کسی وقت دھرم میں تو بھی مجھے کوئی فکر نہیں ہوتی۔ میرا یہ خیال بھی نہیں ہوتا کہ آج کھانے کو یا پہننے کو اچھی چیز یا کپڑا مل گیا تو اُس کے کو بھی ایسا ہی ملتا رہے تو اچھا ہے۔ اچانک جو چیز جس حالت میں مجھے مل جاتی ہے۔ اس سے میں خوش ہو جاتا ہوں میں نے جس طرح اپنے رتن ہن کا ڈھنگ بتلایا ہے وہ میرا رت ہے۔ وہ رت ایسا ویسا نہیں ہے۔ بلکہ اچل ہے۔ جو کبھی جلا تھان ہی نہیں ہوتا۔ اس رت کا کبھی ناش نہیں ہو سکتا۔ وہ بڑا کھان مُردہ ہے۔ اس رت میں اُند ہی اُند ہے۔ یہ رت ودوانوں اور رشی مینیوں کے سدھانت کے مطابق ہے۔ ودوان لوگوں نے اس رت کو سچا رت بتلایا ہے۔ اس رت کو مہرہ لوگ نہیں کر سکتے۔ یہ رت اوناشی ہے۔ سدا ایک سدا رہتا ہے۔ اس کا ناش کبھی نہیں ہو سکتا اسلئے ایسے کھن رت کا میں سون کر رہا ہوں۔ میں سنتوش یعنی قناعت کو پریم دھرم ملتا ہوں۔

رغبت کا ہونا سو بھلاؤ سے دیکھا جاتا ہے۔ دنیوی تر اغیب سو بھلاؤ کے تابع ہیں۔ میں کسی چیز سے خوش نہیں ہوتا۔ یعنی کسی چیز میں دل نہیں لگاتا۔ بے پرہلا دیں دیکھتا ہوں کہ دنیا میں جس کا جس سے ملاپ ہوا ہے۔ وہ اس سے الگ ہو رہا ہے۔ مینوگ کے بعد ویلوگ ضرور ہوتا ہے۔ اس طرح جو اکٹھا کیا جاتا ہے اس کا ناش بھی ہوتا ہے۔ جب میں ملاپ کو جذباتی رُوب میں دیکھتا ہوں تو میرا کسی بھی چیز میں نہیں لگتا۔ یا کسی کے ہونے میں نہیں چھپتا۔ مجھے یہ خیال کبھی نہیں ہوتا۔ کہ ہائے اس کے ساتھ میں بہت دن رہا۔ اُند میں دن گذرے اب اُس سے جذباتی ہوئی ہے۔ کیسے دن گذر رہے گئے کیسے دوگا۔ اس طرح کایں کبھی خیال نہیں کرتا۔ کہ اس چیز کے ذریعے سے جو میرے پاس بہت دن سے تھی۔ کوئی ہانی ہوئی۔ میرا اس کے بغیر کوئی کام چلے گا۔

مطلب یہ کہ دنیا میں جتنے ہانی لاکھ ہوتے ہیں۔ جتنے شکھ دکھ ہوتے ہیں۔ جیون مرن دکھلائی دیتے ہیں۔ وہ سب سو بھلاؤ سے ہی ہوا کرتے ہیں۔ ان ہانی لاکھ وغیرہ کے ہلکے بھاری اور دکھوں کو کوئی ڈنڈ نہیں کر سکتا یہ ہمیشہ انسان کے ساتھ رہتے ہیں۔

پیدائش اور فنا لازمی ہے!

ہے اُسروں کے راجہ پرہلا دیں جڑ پتھن راجاؤں کو بھی مرتے دیکھ رہا ہوں۔ آکاش میں اڑتے ولے پکشی اور بڑے بڑے بلوائوں کو بھی وقت پر مرنے دیکھتا ہوں۔ بے پرہلا دیں آکاش میں چلتے ہوئے چھوٹے بڑے کشتروں تاروں کو اپنے اپنے وقت پر گرتا ہوا دیکھ رہا ہوں۔ اسی طرح سب پرائیوں کو سب جڑ پتھن (یہ جان اور جاندار) کو موت کے کپے میں پھنسا ہوا دیکھ کر اور جان کر میں سب سے یکساں بھلاؤ سے اُداستین (لا برودا) رہتا ہوں۔ اور خدا کا کام ہوتا ہوا سوتا ہوں۔ جھکو کسی بات کی فکر نہیں ہے۔ میں سب چیزوں کو فانی جانتا ہوں۔ دکھ کبھی نہیں جانتا۔ دنیا میں جو پیدا ہوتا ہے۔ وہ ایک دن ضرور مرے گا۔ یہ قدرتی بات ہے۔ پھر میں کسی چیز کے فنا ہوجانے پر رنج یا کسی چیز کے بچانے سے خوشی کیوں مناؤں؟ پیدائش اور فنا سو بھلاؤ سے ہوتے ہیں اس کو کوئی بھی طرح مٹانا چاہے۔ تو

قناعت !

سو فی دھرم دال جی

قناعت عجب چیزِ فضلِ خدا ہے بڑی چیزِ دنیا میں حرص و ہوا ہے
 قناعت جو مرضِ گناہ کی دوا ہے طمع سب گناہوں کی بیخ و بن ہے
 قناعت ہی ہر اک مشکل کُشا ہے بدن پھونک دیتا طمع اڑھا ہے
 قناعت ہے راہِ وصالِ الہی خدا سے طمع دُور پھینکے جدا ہے
 قناعت کے آنے سے ہر دہل کو سیری طمع سے بڑھے دن بدن اشتہا ہے
 قناعت سکھاتی ہے علمِ سچائی طمع دیتا سبقِ ریا و دغا ہے
 قناعت سے ملتی ہے دل کو صفائی تمتا سے ناپاک ہوتا بُرا ہے
 قناعت سے ہوتی ہے حاصلِ جمعیت پھرائے طمع مثل ساگ جا بجا ہے
 قناعت ہے مادرِ وفا و حیا کی ہوا سے ہوا ہوتی شرم و وفا ہے
 قناعت ہے عمدہ وسیلہِ خلاصی گرفتاری کا گھر طمع بے حیا ہے
 بہشتِ برینِ تم قناعت کو سمجھو کہاں اور دوزخ طمع کے ہوا ہے
 قناعت سے ہے آشنائی کسی کی طمع کا جہاں میں ہر اک آشنا ہے
 نہیں زیرِ آتا جو حرص و ہوا کے وہی پارسا ناہد و اولیا ہے
 بنائے گداگر کو سلطانِ قناعت طمع کرتا شاہوں کو عاجز گدا ہے
 قناعت کی دولت ہو بہرہ ور جو اُسے ایک سا بادشاہ بے نوا ہے
 نہ ہو دُور جنتِک یہ خواہش کی خواہش نہیں سیر ہوتی یہ ایسی بلا ہے
 گئی جبکہ اُٹھ دل سے حاجت کی حاجت گیا سب ہی تب ہو ختم مُدعا ہے

دھرم داس ہر دم کی ہو ہوس کی !
 بدرگاہِ مُرشد ہی التجا ہے !!

پورن ویدانت اور جیون کا س

(پروفیسر نرمل چندر جی)

شری رام کرشن پرم ہنس نے جو روحانیت کا ایک علی اور خالص نمونہ تھے۔ ایک زندقہ فرمایا تھا۔ کہ ہم لوگ پورے گیانی نہیں ہیں۔ کیونکہ پورے گیانی کا جسم تین ہفتے سے زیادہ نہیں سکتا۔ کیونکہ زندگی کا اصلی راز دلچسپی میں ہے۔ دلچسپی کے سہارے ہی جسمانی قوائے قائم رہ کر صحیح طور پر اپنا اپنا کام کر سکتے ہیں مثلاً اگر بھوک نہ ہو تو معقوی سے معقوی خوراک بھی جسم کو زندگی اور طاقت نہ دے پائے گی۔ اگر ٹیڑھے کا شوق نہ ہو۔ تو اول تو سبق کو سمجھنا مشکل ہوگا اور اگر سمجھا بھی گیا تو جلد ہی ہی ٹیڑھا بڑھایا بھول جائے گا۔ غرض سادے وجود اور زندگی پر یہ قانون حاوی ہے۔ اگر کسی فرد کے اندر نہ تو جسمانی بھوک اور نہ ہی صیغے کا شوق ہو۔ تو کوئی بھی غذا یا دوا اسے بہت دیر تک زندہ یا طاقتور نہیں رکھ سکے گی۔ اور وہ زندگی سے جس قدر ادا اس اور بیزاد ہوگا۔ اسی قدر تیز رفتاری سے ہی اس کے سبب قوائے کمزور ہوتے ہوئے ختم ہو جائیں گے۔ ارادت ہی زندگی کی اصلی عاتق۔ خوراک تو زندگی کے لئے صرف مواد تہیا کرتی ہے۔ خود زندگی نہیں دے سکتی۔

سوامی رام تیرتھ جی غلوں اور یاسوئی کی ایک غیر معمولی مثال تھے مگر انہیں عقیدے کے مطابق شریر اور جگت (دیشٹی) اور سمیشٹی شریر میں اُستھانہ رہی تھی۔ ان کا یہی نتیجہ ادا پدیش تھا۔ کہ "صرف ایک حقیقت موجود ہے اور باقی تمام اختلافات موبوم خوابات ہیں۔ اسی لئے وہ اکثر اوقات ہی اپنے اپدیش کے دوران میں ہی جسمانی شعور کھو بیٹھے تھے۔ ان کا یقین تھا۔ کہ شریر پر بار بدھ کی وجہ سے جاس رہا ہے اور پرار بدھ کے ختم ہوتے ہی یہ اپنے آپ ہی ہٹ جائے گا۔

لئے ہوئے جگت گورو شری شنکر اچاریہ فرماتے ہیں کہ پورن گیانی کے لئے اس کا شریر ایسا ہے جیسے

شگوکھے گلے میں مالا۔ گٹو مالا کے لئے کوئی دلچسپی نہیں رکھتی۔ کہ رہے یا نہ رہے۔

شری وشنشٹ جی نے بھی فرمایا ہے کہ شریر کا جھوٹا دیم ہمیں بتیال کی مانند چمٹ رہا ہے۔ آخر سا کشتات کار ہوتے ہی شریر اور جگت دونوں کا دیم جاتا رہے گا۔

ویدانت ایک نہایت شاندار فلسفہ وحدت ہے۔ جس کے مقابل میں کوئی اور عقلی اس طرح فلسفہ تک نہیں سکتا۔ جس طرح شیر کے رو برو دو سرے جنگلی جانور +

مگر صرف ایک نقطہ کے پھیرنے ہی سے (اُپ)۔ کو رخ (غیر) میں بدل ڈالا ہے۔ جو ہے وہ تو سدا موجود ہی ہے۔ ایک لایغر وجود مطلق "ہستی پاک کے سوا کچھ نہیں ہے مگر وہ ذات بے رنگ و روشنی کی مانند نرگس ہوتی ہوئی بھی ایک رنگ کی مانند خیمہ صفات بھی ہے۔ وہ صرف ستا (نور) ہی نہیں بلکہ شانتی بھی ہے۔ صرف ذات لائیزل ہی نہیں۔ بلکہ غرض جلال و جمال بھی ہے۔ جہم اپنی مایا رکھتا ہے۔ یہی تو اس کی ابدی شان ہے۔ اور اس کی اپنی شان ہی اسے اسی طرح چھپاتے ہوئے ہے جیسے کہ تاب خورشید ہی سورہ درشن میں مانع ہو جاتی ہے بقول صوفی۔

ذات اور اجز صفات اور مجاہے بہت نیست
کائنات از جہر روش غیر تا بے بہت نیست
"اسکی ذات پر اس کی اور اپنی صفات کے سودا اور کوئی پردہ نہیں ہے۔ یہ کائنات اس کے چہرے کی چمک دمک کے سودا کچھ نہیں ہے"

صرف ایک ذات حق موجود ہے مگر وہ اپنی بے پایاں اور ابدی شان اور قدر و قیمت رکھتی ہے۔ یہی شان ہی

انتہہ ہے مگر دھوکہ نہیں۔ کیونکہ روشنی طور پر موجود ہے مگر لگا تار اس کی تجدید ہو رہی ہے۔ اس تجدید کے سوا جیتے کا دس ختم ہو جاتا ہے۔ راگ تب تک ہی ٹھہرا لگتا ہے۔ جب تک بدلنا رہتا ہے۔ تبدیلی ختم ہونے پر راگ راگ ہی نہیں رہتا۔ نایح نہیں رہتا۔ متغیر اور بے تغیر۔ محدود اور غیر محدود۔ ناظر و منظور۔ روشنی اور اندھیرا ایک دوسرے کو معنی دیتے ہیں۔

یہی حالی جز اور حقیقتیں کہ ہے +
" دماغ کے بغیر شعور۔ آنکھ کے بغیر بصارت اور کان کے سوا شنوائی محال ہے۔ حقیقت۔ جان اور خوبصورتی کل میں ہے۔ صرف اجزائیں نہیں۔ حقیقت اپنے بے شمار پہلو رکھتی ہے۔ اور اس کا کوئی پہلو بھی منفی نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ سب ایک کھنڈ ہے۔ یہی پورن ویدانت اور راستہ ہے۔ یہ پورنستا اور پھیلتا کا سندش ہے۔ کہ کلی اور حقیقی نظر سے کچھ بھی تخت یا بے معنی نہیں ہے۔ بے معنی بھی اپنی منفیت سے بامعنی کو ثابت اور روشن کرتا ہے۔ جسے "نہیں کا علم نہیں۔ وہ ہے" کو بھی پچان نہیں سکتا۔ انا تا آتم روشن کا ہی اپنا امولید درپن ہے پورن ویدانت کی روشنی میں سب ہی ستیت ہے اور کچھ نہ ہو چہ اور نہ ہو سکتا ہے۔ ہستی ہی آئینہ ہستی ہے اور موت ہی آئینہ نیست ہے۔ سب کچھ پر معنی ہے۔

راقم لکھا مایا مادی تھا۔ کیونکہ ہر طرف سے ہی بندش ملتا تھا۔ مگر آئینہ میں اپنے باطن سے ہی کشف حقیقت کی جھلک ملی۔ تب سے سنت۔ است۔ چھین چڑ۔ میں آؤ تو اور مادہ اور سپرٹ کا تحالف جاتا رہا۔ اپنی

دونوں میں پورن دھرم کا گرتھ لکھا اور مشائخ کی گئی اور اسی روشنی میں نئے جیون کا آغاز ہوا۔ پورن ویدانت کی روشنی میں بات کھل گئی۔ کہ جسمانی صحت اور ذہنی خوشی کا راز کلیت میں ہے۔ ہم سے انکار اور روح کے اقرار میں نہیں۔

ہستی کے ابن دونوں پہلوؤں کو ہی مناسب توجہ اور قدر قیمت دینی ہوگی۔ جسم کو کھلانے اور ذات پر غلبے کی کوشش پورن ویدانت کا کھیل ہے اور یہ ایک طرفہ زندگی کی سالمیت اور صحت میں نخل ہوتا ہے۔ جسم یا روح میں سے کسی پہلو کا نواز

تو گیتا کی برہم دھوتی (برہم کی اپنی پر کرتی) ہے۔ جو برہم کے ریح سوہاؤ سے نمودار ہو رہی ہے۔ برہم ہی جگت کے رُوب میں جلوہ افروز ہو رہا ہے۔ یہی وراث دشمن ہے۔ کیونکہ وہ صرف ہے (کن ماتر) نہیں یہ عین زندگی و نور و سرور ہے (ایمان نے جیوترے اور آئندہ سوپ ہے۔ اسے کوئی آبادی نہیں لگ رہی اور نہ کبھی لگ سکتی ہے۔ وہ آپ (درشتا) ہی اپنا چہرہ (درشید) دکھا رہا ہے۔ اپنا ہی وشو بیانی گیت سن رہا ہے۔ سب کے انتر بھی آپ ہے اور سب کے باہر بھی آپ ہے۔ نزدیک سے نزدیک اور دور سے دور ہے۔ اپنی ذات میں سکون مطلق مگر اپنی صفات ہر جہا اور دائرہ حرکت پذیر ہے۔ اس کے سوا اختیار یا واقعی طور سے کچھ بھی موجود نہیں ہے۔ انک آنکھوں میں ایک اور میت درشتا ہی اپنا درشن کر رہا ہے۔ کیوں ایک اکھنڈ۔ اویت ستید ہی بھر پور ہو رہا ہے۔ اپنے آپ میں۔"

" وہ پورن ہے۔ یہ پورن۔ پورن سے پورن کی اپنی ہو رہی ہے۔ پورن کو پورن یا لے کر بھی باقی پورن ہی رہ جاتا ہے۔ یہ ہے پورن ویدانت کا شافی منتر جو جیون کو سچس کرتا ہے۔ جیون سے ہٹکارہ دینے کی بجائے اسے پرتا دیتا ہے اور یہی جیون کا پریم آئندہ ہے۔ جیون کو کھلانے یا لے کرنے میں کوئی زندہ سرور نہیں ہے۔ مستی زندگی کی ایک منفی قیمت ہے۔ مشیت نہیں۔ مستی کمزوروں کے لئے ہے۔ ویدوں کے لئے نہیں۔ ویدوں کے لئے کو آئندہ میں بدلنا جانتے ہیں؟ مایا برہم کا اپنا جھٹکا ہے کوئی دھم نہیں۔ مایا ہی انیک اور تنے سے نئے رولوں میں برہم کا برم دشمن کرتی ہے جس طرح دخت ہی اپنی شکفتگی اور اور پیرا کے بغیر کوئی معنی نہیں رکھتا۔ ہی طرح مایا ہی برہم کی پرکاشاک ہے۔ کارلائل نے ٹھیک کہا تھا۔ کہ زمانہ برہم کی چمکی پر خشاک ہے۔ جو گیتی کو برہم دشمن کرتی ہے مگر گیتی کے لئے وہ پردہ ہوجاتی ہے +
پورن ویدانت کہتا ہے۔ کہ جگت کا ہر ایک درشید

کرنے والا شخص اپنی صحت قائم نہیں رکھ سکتا۔ کیوں کہ صحت کا راز سالمیت میں ہے اور حیرت میں نہیں۔

پورن ویدانت صحت و طاقت و سرور دیتا ہے۔ مگر مایا زادی و ویرانت زندگی کی جڑ پر ہی کاری ضرب لگاتا بھاگتا اور ٹوٹتا ہی سکاٹتا ہے۔

میری عمر اس وقت 85 سال ہے۔ پورن دھرم کی اشاعت کے بعد میں نے اس سال صفر جنگ پائش نئی دہلی میں اپنا مکمل جسمانی معائنہ کرائے پر یہ تجربی تصدیق حاصل کی ہے کہ اس وجود کا ہر پہلو ہی حسب عمر صحت مند ہے کسی بھی حصے میں کوئی بیماری نہیں ہے اور یہ امتحان اپنی طرف سے نہیں بلکہ مکرری حکمت صحت کی طرف سے چار روزہ ختم ہوا تھا۔ اور اب راقم نے محسوس کیا ہے کہ اگر بھارت اسی پر بخوبی پر نفع انسان کی کوئی ٹری سے بڑی خدمت کر سکتا ہے تو وہ یہی ہے۔ کہ وہ پورن ویدانت کے پورن ستیہ کو جو جذب کرتا ہوا اسے سارے منسا میں پھیلا کر اسے سورگ میں بدل دے۔

ہم یہاں حقیقت کے کسی پہلو کی تحقیق یا اس سے قرار کے لئے وجود میں نہیں آتے۔ ہمارے حصے کا مقصد واقعیت کو سمجھنا اور اسے اپنے اندر سے نیا روپ دینا ہے۔ ہر کرتی سے انکار خود زندگی سے انکار ہی ہے۔ ہمارا انسانی وجود ہر کرتی کو سمجھنے انداز سے اپنی اندرونی پراپر کرتی کی روشنی میں بدلنے کیلئے ہے۔ خود زندگی کو ہی ختم کر کے ذات میں خود ہونے کے لئے نہیں + زندگی کا رخ اندر سے باہر اور ماضی سے مستقبل کو ہے۔ باہر سے اپنے اندر سمٹ جانے کا نہیں زندگی ہمارے وجود اور ماحول کے تعلق میں ہے اس لئے ماحول کو بھٹکانے یا اس سے انکار کرنے میں کوئی سہولت نہیں۔ ساتس میں ہر کرتی کا گیان دیتی ہے اندھم اسے بدلنے کے قابل ہوتے ہیں ہر کرتی اور بیش کو ایک دوسرے سے بے تعلق کر کے کشش ایک طرح کی خود کشی کے سوا کچھ نہیں۔ پورن سے ہی سب کچھ ہوا ہے اور نورنا کے پرکاش کیلئے ہے اور کچھ بھی ہے وہ نورنا کے پرکاش کا ضروری ثامن ہے۔

ستینہ درشن



اگر اس کتاب کو مجلہ ایشیادوں کا پچوڑ کہا جائے تو کوئی مبالغہ نہ ہوگا روحانیت پر ایسی کتاب لکھنا کوئی معمولی کام نہیں ہے ایشیادوں کے گہرے سے گہرے رازوں کو افشا کرنے کے نہایت دشوار اور غیر معمولی کام کو خرابی اور صراحت سے انجام پر و فیسر جیسے اہل دل اور عالم باطنی ہمارے پیش کا حصہ ہے یہ روحانیت کا انمول تحفہ اعلیٰ ترین حقیقتوں اور سچائیوں کی روشنی میں صحیح طور پر سمجھنا سکھاتا ہے، بلند خیالات پر دل و جان سے تیار ہونے والوں کے لئے اس کتاب کا ایک فقرہ امرت کا ٹھونٹ ہے۔ اسکی تنظیم عقائد اور رسوم کی بجائے حقائق کی ہے تقلید کی بجائے تخلیق کا راستہ بتلاتی ہے۔ یہ تمام سادگشتاں کار کا ادھجت تحفہ ہے اس کا عالم گیر اور ہمہ گیر اپدیش دیکھ لے سنسار کو نوران کے پرچم آئندہ میں تبدیل کرنے کا اثر رکھتا ہے۔

ہر شخص جو اس انمول ترن کے نہایت سرور بخش اور روح افزا مضامین پڑھے گا وہ پرو فیسر صاحب کا بڑا شکر گزار ہوگا۔ اپنی جیون یا تر کو نورانی اور آئندہ بنانے کے لئے اس کتاب کا ضرور بالفرد مطالعہ کیجئے۔ اس نادر تحفہ کے مطالعہ سے محروم رہنا بد قسمتی ہوگی ایسے باطنی آنکھ کھولنے والے شہری مواقع بار بار نہیں ملتے ان التوا، بیکاری، لاپرواہی اور بیت و لعل کے کھنڈرات میں بکھیر کر ضائع مت کریں اس کتاب کو فوراً خرید کر جس قدر فراخ دلی سے اس کا مطالعہ کریں گے اتنے ہی تہرے روحانی خزانے بھر پور ہوں گے۔ کتاب مجلہ ہے قیمت دعائیہ دو روپے ہے رقم پیشگی بذریعہ منی آرڈر بھیج کر رسالہ اوم دہلی سے منگوائیں۔ ڈاک خرچ 85 پیسے بھی ارسال کریں۔

دفتر رسالہ اوم اندرون اجمیری گیٹ دہلی/۶

مع توحید

شری گوپال داس مسرور

مع وحدت کے مستانوں سے پابندی نہیں ہوتی

تبری اُلقت کے دیوانوں سے پابندی نہیں ہوتی

جہاں جاہا وہیں سر کو بھکا یا تیرے سجدے میں

گوارا تیرے دیوانوں سے پابندی نہیں ہوتی

جہاں ہورنگ و بوتیری وہیں پر بیٹھ جاتے ہیں

گلستانوں کے دیوانوں سے پابندی نہیں ہوتی

مع توحید کے عاشق لگا لیتے ہیں تھم مٹ سے

کہ پیمانوں کی مستانوں سے پابندی نہیں ہوتی

جہاں آئی نظر مشعل وہیں پر ہو گئے قربان

جہاں ہو نور پر والوں سے پابندی نہیں ہوتی

نکھلاتے ہیں وحشت میں گلستاں کی طرف وحشی

بیابانوں کی دیوانوں سے پابندی نہیں ہوتی

ہر اک سجدے میں دیکھا ہے حرم اور دیر کا نقشہ

مگر مسرور انسانوں سے پابندی نہیں ہوتی

ایک خط کسی کے نام

ترجمہ - اس کے نام کہ جس کا کوئی نام نہیں۔ (لیکن) جس کے نام سے ہی اسے پکارو۔ اسی نام سے اُواز دیتا ہے۔
(جواب دیتا ہے)

پیارے پریتیم۔ نرالے پریتیم۔ انوکھے پریتیم۔ آج تیرے اس منوالے کا دل چاہتا ہے کہ تجھے ایک خط لکھوں۔ لیکن اس خط میں کیا لکھنا ہوگا۔ یہ تو معلوم ہی نہیں۔ ہاں ہوگا تو یہی شکوہ شکایت محبت کی رنریں، پریم و پیار کی باتیں۔ وصال اور جدائی کی سرگدشت اس کے علاوہ ایک پریمی اپنے پریتیم کو اور کھو ہی گیا سکتا ہے۔ خیر اس خط میں یہی کچھ ہوگا۔ یا کچھ اور۔ لیکن کچھ نہ کچھ ہوگا تو ضرور۔ اور یہ بھی یقین ہے۔ کہ جو کچھ ہوگا وہ تیرا ہی ذکر ہوگا۔ بھلا اس کے سوا اور موبہ کی کیا سکتا ہے؟ کیا ایک سچا پریمی اپنے پریتیم کو سوائے اس کے ذکر کے اور کچھ لکھ سکتا ہے؟ کیا ایک سچے عاشق کو سوائے اپنے محبوب کے ذکر اور کام کے علاوہ کوئی دوسری بات پسند کرتا ہے۔ تو وہ عاشق صادق نہیں۔ بلکہ ریاکار ہے۔ فریبی ہے دھوکے باز اور خود قریب ہے۔

ایک دن کسی پروانے (عاشق صادق) کے کان میں اُواز آئی۔ کہ اے بھائیو۔ اے پروانو! اُواز دہلیں۔ وہاں شمع جل رہی ہے عاشق صادق نے پوچھا تو کون ہے؟ اور تجھے کس نے کہا کہ شمع جل رہی ہے؟ جواب دیا۔ کہ میں ہوں پروانہ۔ اور اپنی آنکھوں سے دیکھ کر آیا ہوں۔ کہ واقعی شمع جل رہی تھی۔۔۔۔۔ عاشق صادق ہنسا بولا باگ نہیں کا۔ بھوٹا نہیں کا۔ اگر تو پروانہ ہوتا! اور اپنی آنکھوں سے شمع جلتی دیکھتا تو وہیں جل کر مرنے جاتا۔ اپنی زندگی قربان نہ کر دیتا۔ یہاں آکر آواز میں لگانے کا کیا کام۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ وہ کائرا کہ خبر شد خبر شن یا زینا مد۔ یعنی جس عاشق کو اس معشوق حقیقی کا وصال نصیب ہوا ہے پھر اس کی خبر کسی نے نہیں پائی۔ مطلب۔ یہ کہ عاشق صادق ذکر اسوا سے کوسوں دور رہتے ہیں۔ وہ جو کچھ سنتے ہیں اپنے پریتیم کی بات سنتے ہیں۔ اور جو کچھ کہتے ہیں اپنے پریتیم کی بات کہتے ہیں۔۔۔۔۔

پیارے پریتیم۔ میں تو تجھے خط لکھنے بیٹھا تھا۔ لیکن یہ کیا لکھ دیا جس مطلب کے اظہار کے لئے قلم اٹھایا تھا اور کیا کچھ تحریر کر دیا۔ لیکن کیا کروں۔ مجبور ہوں۔ لاچار ہوں کہونکہ اس سر میں اس دماغ میں صرف تیر ہی سودا بھرا ہے۔ اور جو سودا اُتی ہے۔ وہ سبھی بات کہاں کرتا ہے کوئی بات کہیں کی۔ کوئی کہیں کی۔ جو کچھ دماغ میں آیا وہی کچھ یا تو زبان سے ظاہر کر دیا۔ یا ہاتھ میں قلم لے کر کاغذ پر لکھ کر دیا۔ ہاں تو میرے پریتیم۔ میں تجھے ایک خط لکھنا چاہتا ہوں لیکن خط لکھنے سے پہلے یہ فکر دس گہر مورتی۔ کہ خط لکھ کر بھیجوں گا کہاں؟ خط تو اُس کو لکھا جاتا ہے۔ جو کہیں دور دراز ملک میں رہتا ہو۔ جو کھوڑے یا بہت فاصلہ پر رہتا ہو لیکن تو تو اے میرے محبوب تجھ سے دور نہیں تیرے میرے درمیان کچھ فاصلہ بھی نہیں۔ پھر خط لکھوں تو کہاں؟ عجیب کشمکش سی ہو رہی ہے اس تیرے دہونے کے دل اور دماغ میں جھگڑا چل رہا ہے ان دونوں میں۔ جذبہ محبت سے سرشار ہو کر دل مجبور کر رہا ہے۔ کہ اپنے پریتیم کو خط لکھو اور ضرور لکھو لیکن دماغ کہتا ہے کہ کھیلے ماتس خط کہاں لکھو گے۔ پہلے اس کا تیرے نشان تو بتاؤ کسی ایسے واقف کی تلاش کرو جو اس کا پورا پورا تیرے سے کچھ خط لکھو۔۔۔۔۔ پریتیم بھی دل دماغ کی یہ بات سن کر کچھ سوچ رہا تھا۔ کہ دماغ نے کچھ کہا۔ کہ اے دل۔ اپنے محبوب کا نام بھی دریافت کر لیتا۔۔۔۔۔

دماغ کی یہ باتیں سوچ کر دل کچھ فکر میں پڑ گیا۔ کیونکہ بات درست تھی۔ اب دل سوچنے لگا کہ میں تجھے کس نام سے خط لکھوں

جبکہ تیرا کوئی نام نہیں۔ کس تپ پر لکھوں جبکہ تیرا کوئی مکان نہیں..... اس ٹکڑ میں جب دل اپنے اندر غوطہ زن ہوا تو تھوڑی دیر کے بعد خوشی سے جھومنے لگا۔ اور کہنے لگا۔ میرے پرستار۔ یہ ٹھیک ہے کہ تیرا کوئی نام نہیں لیکن یہ سب نام کس کے ہیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ میرا کوئی مکان نہیں لیکن ان تمام مکانات کو انھیں کون ہے؟ یعنی دراصل سب نام تیرے اور سب مکان بھی تیرے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

کون سا ہے وہ مکان جس جا نہیں اُسکا نشا؟
شب کی تاریکی ہے کس کا رخِ ذرا یہ بھی بتا؟
کس کی جلوہ گاہ ہے مسجد کون مندر میں چھپا؟
دیکھ سبزہ دار میں یہ لہلاتا کون ہے!
کعبہ میں جلوہ ہے کس کا اور میخانہ میں کون؟
کون ہے معشوق میں ناز و ادا یہ کر رہا؟
کون آتا ہے نظر طیور کے کھی پر واز میں؟
کون ہے جس کی بلندی کی نہیں کچھ انتہا؟
کون ہے شمسِ قمر میں کون ہے افلاک میں؟
کون کالے بادلوں میں رعد بن کر آگیا؟

حق ہی حق ہے حق ہی حق ہے کیا نہاں وریعیاں؟
روشنی کے چہرہ میں یہ کون ہے جلوہ نما؟
شیخ و براہمن دیتے ہیں جس لامکاں کا یہ پتہ
اور بلیبل کی صدا میں چھپاتا کون ہے؟
کون ہے گنگا میں اور زمزم کے پیمانہ میں کون؟
کون عاشق ہو کے اس ناز و ادا پر مر رہا؟
کس کا نغمہ سنتے ہیں ہم ساز کی آواز میں؟
کون ہے ابجِ شرِ کون ہے تحتِ الشرا؟
کون ہے اس بحر و بر میں کون ہے اس خاک میں؟
کون بادل بن کے برسا کون بن دریا گیا؟

کیا بتائیں کون ہے؟ جس کا نہ ہو نام نشاں
اور ہوں سب نام جس کے ہر جگہ جس کا مکان

بشری سکھتی جتنا اردو مکمل جہتہ اول حصہ دوم ترجمہ تشریح از حکیم ربیلہ اس مضطر بشری سکھ منی صاحب گیان بھگتی اور ویراگ کا بے نظیر خزائن ہے
اس کی تشریح اس قدر آسان اور دلچسپ لگتی ہے کہ چیکے مطالعہ سے سکھ منی صاحب کی تعلیم کا حقیقی مقصد دین نشیں ہوتا ہے بیدار ہے
بہت پسند کیا ہے اگر آپ حقیقی خوشی پرست کرنا چاہتے ہیں تو اس کا مطالعہ کریں قیمت ہر دو جہتہ دورویہ آٹھ آنہ محصول ڈاک الگ۔
(۲) کلام مشاعرہ گیان بھگتی اور ویراگ اور اخلاق کی نظموں کا آسان اور دلچسپ مجموعہ جس پر اخبارات نے شاندار ریویو دیا ہے
زبان بالکل سادہ اور آسان ہے لکھائی چھپائی کا غذا چھا۔ 48 صفحات قیمت صرف 50 - 55 محصول ڈاک الگ۔

پتہ:- ست سنگ بک ڈپو۔ یاد شاہ پور۔ ضلع گوردوارہ

نئی بھگت بنی سانی

مُفَلْسِی اور اُس کی رُوحانی عِلاج

مُفَلْسِی کے ساتھ ہتھلا بڑناؤ ٹھیک اسی طرح ہونا چاہیے جیسا تم بیماری کے ساتھ کرتے ہو۔ کیونکہ مُفَلْسِی جملہ اقسام کے بابوں اور گناہوں کی نیچ و بنیاد ہے اس کی وجہ سے انسان کو میدانِ عمل میں فٹ بال کے مانند سبب کے لات گھونسے بہتے پڑتے ہیں کہتے والوں نے سچ کہا ہے۔

”جس کے پاس نہیں پیسیا وہ بھلا مانس کیسیا۔“

”اثر فی دلائل شرف ہے جہاں ردِ پیر بولتا ہے وہاں سب خاموش ہو جاتے ہیں۔“

زربے تو زربے در نہ خر ہے۔

شاعر بھی کہتا ہے۔ زردار کا سودا ہے بے زر کا خدا حافظ۔ پردار کو اُڑنے ہیں بے پر کا خدا حافظ۔ مُفَلْسِی زندگی پر ہم موجودہ گھڑ دوڑ میں دو سو کھلاڑیوں کے پہلو پہلو نہیں چل سکتے۔ یہی نہیں ہم روحانیت میں بھی نہیں چل سکتے۔ ایک جہات کا ذکر ہے جب اُس کے پاس جگیا سو اُپدیش لینے کے آیا کرتے تھے تو وہ اُن سے پہلا سوال یہ کیا کرتے تھے کہ آیا تمہارے گھر بچہ حالات اچھے چل رہے ہیں مالی کمزوری تو نہیں۔ اگر تو وہ یہ کہہ دیتے۔ کہ مالی حالت اچھی ہے اور گھر کے جملہ کام بخوبی سر انجام پا رہے ہیں اور مالی مشکلات بالکل نہیں تو پھر وہ اُپدیش دے دیا کرتے تھے اگر کوئی یہ کہہ دیتا کہ اُسے مالی مشکلات ہیں تو پھر اُسے اُپدیش دینے سے انکار کر دیا کرتے تھے اور صاف صاف کہہ دیتے تھے کہ پہلے مالی کمزوری کو دور کر لو پھر اُپدیش دوں گا۔

گور و بانی (گورو گرنہ صاحب) یں کبیر جی کا ایک شعر ہے۔ ہوں بھوکے بھگت نہ کیجے یہ مالا اپنی لیجے

ہوں مانگوں سنتن رینا - میں ناہیں کسی کا دینا

مادھو کیسے بنے تھہ سنگے - آپ نہ دیو د لولیووں منگے

ایک رباؤ

دوسیر مانگوں چھینا - پاؤ گہیو سنگ لونا

کھاٹ مانگوں جو پائی - سربانہ اور تلالی

اوپر کو مانگو گھیدا - تیری بھگت کرے جن بھیدا

میں ناہیں کیتو کیتو - اک نام تیرا میں کھیتو

کے کبیر من مانیا - من ماتیا تو ہر جانیا

انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے؟ حیوان نہیں ہے وہاں بندھا ہوا اڑا رہتا ہے۔ انسان میں یہ طاقت موجود ہے کہ وہ جس شے کو پسند کرتا ہے اس کو حاصل کر کے چھوڑتا ہے یعنی جس چیز کو چاہتا ہے اس کو ٹھیک کر اپنا بنا لیتا ہے جہاں تک کہ وہ لا محدود کی خواہش کرتا ہوا اس سے ہمکنار ہوتا ہے۔ اے میرے خوش چڑھنے والو! اگر تم میں سے آج کسی کی زندگی شاندار نہیں ہے مت گھبراؤ ہمارے ارد گرد

سب کچھ موجود ہے۔ کوئی چیز ہے جو اس سنسار میں نہیں ہے۔ جسم الشیور میں رہتے ہیں اس میں جیتے ہیں وہ ہمارے ارد گرد ہے اندر وہی ہر شے کا دار و مدار۔ خزانہ و زکوٰۃ دار ہے یا یوں کہو کہ ہر انسان کے اندر ایک عقیقی طاقت (الشیور یا آتما) ہے یہ مرکز انسان کی جلد طاقتوں کا بھنڈار ہے۔ جہاں سے جس شے کو چاہیں اس کو محض اپنی مقناطیسی دھار اپنی کشش، اپنے زبردست خیال اور اپنی قوت ارادی سے اپنی جانب کھینچ سکتے ہیں۔ اور جس طرح چاہیں اسکو شکل و صورت دے سکتے ہیں یعنی انسان کی آتساں تمام لیاقت تمام قابلیت کا بھنڈار ہے جس وقت وہ اپنی طاقتوں کو خیال کی شکل و صورت پر تبدیل کرنا ہے اور جہاں اس کے خیال کی دھار جاتی ہے اس جانب سے رسد سانی کا سامان خود بخود پیدا آتا ہے ہم کو محض مضبوط ارادے سے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہم کو کوئی چیز بزرگ رہے۔ ہم کھوکے پیاسے مفلس اور تکلیف زدہ ہیں تو محض اس لئے کہ ہم اس کے حاصل کرنے کے راز سے ناواقف ہیں اگر کسی طرح اس کی سمجھ آجائے اور اس لئے فائدہ حاصل کرنا سیکھ لیا جائے پھر کام بنایا جائے۔ مگر شرط یہ ہے کہ ہم اپنے خیال کی دنیا میں، اپنی خواہش اپنی مانگ کو نہایت مضبوطی سے قائم کر کے قدرت کے عین میں تمام تر سرگرمی، تمام تر دل کی طاقت اس خواہش کے ارد گرد لگا دیں جو ہماری مطلوب ہے یقین رکھو کہ پھر کبھی نا کامیابی نہیں ہو سکتی۔

جس کسی نے خواہش اور ارادہ کے قانون کو بخوبی سمجھ لیا تو اس کی خواہش اور مانگ ایک زندہ معجزہ اور کمالات بن گئی۔ اسے انگریزی میں ڈیمانڈ اینڈ سپلائی کا اصول کہتے ہیں یعنی جہاں جس چیز کی سچی خواہش یا مانگ ہوتی ہے۔ قدرت خود بخود اس کے ہمراہ کرنے کے سامان پیدا کر دیتی ہے۔ مجال کیا ہے کہ انسان کسی چیز کی صادق خواہش کرے اور نہ ملے کیونکہ ہم کسی اونچی طاقت اعلیٰ ترین ظہور میں اور یہ ہمارا پیدا کنشی حق ہے کہ ہم حکم دیں اور دوسرے ہماری اطاعت میں سدا تصور اپنے خیال کا ہے اپنے دل کا ہے اپنی سمجھ کا ہے۔ اپنی قوت ارادی کا ہے جس شے کی خواہش کرو اس کا حصول تمہارے لئے موت اور زندگی کا سوال بن جائے کسی شے کے حصول کا راز انسان کی قوت ارادی میں ہے اس کے خیال اور خیال کی طاقت میں ہے۔

یہ ناقابل تردید قدرتی قانون ہے کہ آپ کو جس شے کی سچی مانگ ہوتی ہے وہ دائم ہمراہ کی جاتی ہے۔ روپیہ ہو، علم ہو، دنیاوی ترقی ہو، روحانی ترقی ہو غرضیکہ کیسی ہی خواہش ہو محض صادق طلب جائے۔ دل کے اندر وہی برے میں خیال (سچی خواہش) کی لہر اٹھنے کی دیر ہے جہاں اور جب اس میں تیزی اور مضبوطی آنے لگی پھر وہ کسی کے دبائے نہیں رہتی اور زبردست مانگ کی نظر نہ آنے والی قوت کبھی رانگاں نہیں جاتی جلد یا دیر میں اپنا اثر دکھا کر تب جیتن لیتی ہے۔ ڈیمانڈ اینڈ سپلائی کا ہمہ گیر اور عالم گیر قانون اپنے عجیب و غریب طریقہ سے کام کرتا ہے حضرت مسیح کا قول ہے۔ "مانگو اور تم کو ملے گا کھائو اور تم کو ملے گا۔"

افلاس اور دولت نیکی اور بدی ایسی حالتیں ہیں جن کو ہمارا دل گھڑتا ہے من کی رفتار کو ایک طرف سے دوسری طرف پھیر دو جہاں رنج ہے وہاں خوشی ہو جائے گی کوئی ماننے نہ ماننے ہم خود ہی اپنی قسمت کو چیلٹ سکتے ہیں محض مانگنے کی دیر ہے ایک دفعہ اس کو زور بکڑنے دو پھر ہمراہ کرنے کا سامان قدرت میں خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ ہم خود ہی مفلس اور غلام رہتے ہوئے ہیں۔ ہم ہی تھکتے تھکتے ہیں خواہش نے ہمیں مفلسی کے غار میں لا کر گرادیا۔ ہماری حیثیت دنیا میں مانگ کی ہے ہم قدرت کے شہزادے ہیں ہمارے بگاڑ کی کسی میں طاقت نہیں ہے ہم خود ہی اپنی بہتری اور استری کے ذمہ دار ہیں ہم کو کوئی محدود نہیں کر سکتا ہم خود ہی سکر سکر کر محدود ہو جاتے ہیں یہ پرکری کا اٹل قانون ہے جسکی ایسی نہیں۔

اثری اور بہتری محض اتفاقیہ اسور نہیں اور نہ ہی اُس کے کاروبار بلا سبب ہوتے ہیں ہر شے کا کوئی نہ کوئی سبب ضرور ہوتا ہے یعنی یہاں ہر فعل سے پہلے سبب کا ہونا قدرت کی حکمت ہے۔ اور یہ وسیع اور لمبی چوڑی کائنات علت و معلول (کارن کارج) کے اس قانون کے ماتحت قائم کی گئی ہے۔

دنیا میں تین قسموں کے انسان ہیں ایک وہ ہیں جو کمزور بزدل تنگدل ایانچ اور کم حوصلہ ہیں ان کو سخت جسمانی محنت کرنے کے باوجود بھی پیٹ کی روٹی اور تنگ کے لئے کپڑا میسر نہیں ہوتا۔ وہ دائم بھوکے پیاسے اور مفلس ہی رہتے ہیں کیونکہ وہ کسی شے کے حاصل کرنے کے راستے سے ناواقف ہوتے ہیں۔ دوسرے وہ جنکی قوتِ ارادی جری زبردست ہے جسکی مانگ (Demand) میں بڑی مضبوطی ہے جنکو اپنی قوتِ بازو پر بڑا بھروسہ اور یقین ہے وہ اپنی کشش، اپنے مضبوط ارادے اور اپنے زبردست خیال سے جس چیز کو چاہیں حاصل کر سکتے ہیں اور جس طرح چاہیں اپنے خیال کو مشکل و صورت دے سکتے ہیں انہیں اپنے اندر کی جیتی جاگتی طاقت (الشور) پر مکمل بھروسہ ہوتا ہے۔ ان دونوں کے علاوہ تیسری قسم کے وہ انسان ہیں جو پورن گیلیانی ہیں جو ذات سے ایک ہو چکے ہیں ان کے نزدیک کسی قسم کی ڈیمینڈ کا سوال بے المعنی ہو جاتا ہے ان کی جسمانی ضروریات عالمگیر زندگی یا بھگوان کی خود اپنی ضروریات ہو جاتی ہیں ان کی درستی میں جسمانی ضرورت کو پیدا اور پورا کرنے والی ایک ہی زندہ طاقت (اتما) ہے جو ان کا اپنا آپ ہے۔ وہ غم اور خوف سے پوری طرح آزاد ہوتے ہیں وہ بھگوان سے ایکتا کے الوک گان گوان کر کرت کرت ہو جاتے ہیں اور اس اعلیٰ مرتبہ پر وہ کسی دنیاوی شے کے محتاج نہیں ہوتے۔ جیون کے پھل کو پورن روپ سے برابرت کر کے سچھل کام ہو جاتے ہیں مستی مجسم سوامی رام تیرکھ جی ہباراج اسی درجہ کے تھاں پر تھے۔

ایک دفعہ سکندر اعظم اپنے خاص الخاص وزیر کے ساتھ حکیم دیو جالنس کی ملاقات کو آیا۔ آتے ہی خودی میں اُس کے رو برو کھڑا ہو گیا۔ سکندر کا خیال تھا کہ حکیم ضرور بالضرور اسکی عزت اور تعظیم کو کھڑا ہو جائے گا۔ چونکہ وہ خوددار اور خود مختار اور جملہ دنیوی خواہشات سے بالاتر تھا اس نے سکندر کی بالکل پرواہ نہ کی اس حالت کو دیکھ کر اس کا وزیر آگے بڑھا اور حکیم سے یوں مخاطب ہوا "عالی جناب سکندر اعظم والے یونان اور فارخ دنیا آپ سے ملنے تشریف لاتے ہیں یہ سن کر حکیم نے اپنا سر اونچا کیا اور مسکراتے ہوئے یوں کہا۔ "جس سکندر کو دنیا کی ہوا دوس اذہر اذہر بھنگا لئے پھرتی ہے۔ کیا وہ شہنشاہ ہے! وہ تو دنیا کا غلام ہے اس کے جذبات اس کے پس میں نہیں۔ اگر اس کے دل کے بچوں کو اذہر کر دیکھ تو نہیں اُس میں غلامی اور خواہشات دنیوی کے نشانات کے سوا اور کچھ نہ ملے گا۔ سچا بادشاہ اور فارخ دنیا تو میں ہوں جو اپنے دل کو قائم رکھتا ہوں۔"

من کے ہاں ہمارے من جیتے جگت جیت

سکندر اس لا پرواہ حکیم کو دیکھ کر اپنے دل میں بہت حیران اور متحجب ہوا، اور وزیر نے دوبارہ حکیم صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ سکندر بہت کچھ مال و متاع آپ کے لئے لایا ہے آپ براہ کرم اُسے قبول فرمادیں۔ جواب میں حکیم نے کہا "میرے پاس غلامی حقیقی کا دیا ہوا سب کچھ موجود ہے۔ مجھے کسی شے کی ضرورت نہیں۔" آخر سکندر سے نہ رابگیا تو اس نے نہایت عاجزانہ لب و لہجہ میں کہا "مجھ سے کچھ تو خدمت لیجئے۔" حکیم نے بہت زور مار کر کہا تو میری دھوپ رو کے کھڑا ہے اس کو چھوڑ دے پس یہی تیری خدمت ہے۔"

امیرون کا دھرم

از قلم راجہ صاحب
ہر گونہ جی ریاست دہلی علیہ السلام

امیری اور غریبی دھوپ اور سایہ کی مثال ہیں۔ کوئی دولت مند اپنے نہ غم خودی میں دھولے سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ یا اس کی اولاد ہمیشہ امیر اور شکھی رہیں گے یا جو مفلس اور محتاج ہیں وہ ہمیشہ عاجمند رہیں گے اور جو اس وقت غریب کہلاتے ہیں وہ کسی وقت ضرور امیر ہوں گے (کیونکہ ان کے دل میں دولت کی قدر محسوس ہونا ہی اس امر کا کافی ثبوت ہے) فقط اپنی غلطیوں خود غرضیوں اور ناجائز حرکات یعنی گناہوں کی وجہ سے ان پر یہ انقلاب آیا۔ جو کچھ نیک اُپائے کرتے یعنی نیک رستے پر چلنے سے خوش قسمتیت میں مبتدل ہو جائیگا البتہ ان لوگوں کو جنہیں پرہیزگاری، امیری کا تر حطا فرمایا غریبوں کی حالت اور اسکے باعث پر گہرا دھار کر کے اس سے سبق حاصل کرنا چاہیے اور خدا ترسی، سادگی، پرہیزگاری، انکساری، سخاوت، ہمدردی اور دیانتداری کی زندگی بسر کر کے وہ جاوہر دانی سرمایہ مسرت حاصل کرتے ہوئے ہیں۔ جس میں کبھی کمی نہ ہو ورنہ اسی چند روزہ خواب و سراب بنا جاوے۔ جہنم پر اترنا اور غرور کرنا نہ صرف لاعمل اور بے معنی بلکہ صحیح معنوں میں مصلحت خیز ہے اس پر مشہور شاعر اقبال فرماتے ہیں۔

اس سراب و رنگ و بو کو نگستاں سمجھا ہے تو
اے نادان نفس کو آستشیاں سمجھا ہے تو

پاکستان بننے پر جو تباہی زرداروں اور صاحب جانتاد لوگوں، بلکہ راجاؤں، لوہوں اور بادشاہوں کے سر پر نازل ہوئی ہے۔ اس سے بڑھکر انقلاب عظمت کا اور زندہ منظر کیا منظر ہو سکتا ہے۔ اگر اب بھی امیرون نے دولت اور طاقت کے زعم میں اندھے ہو کر اس کی ماہیت کو نہ سمجھا تو یہ ان کی دیوانگی کی علامت ہے۔

اس پر ایک صاف گوشا لکھنا ہے

سچ تو چھو تو دھرم کی سب سے زیادہ ضرورت امیرون کو ہے۔ کیوں کہ اس وقت وہ اپنے پیچھے کرموں کی بدولت خوشحال ہیں مگر اس دولت کی دیوی کو کوڑت بدلتے دیر نہیں لگتی۔ اس لئے دولت مندوں کو ہر ایک قدم بھونک بھونک کر رکھنا چاہئے مبادا ذرا سا غرور و تکبر، بدعتی، بدصلی یا بے پراہی انکی دولت اور قدر عزت کے تخریب کا باعث ہو جاوے۔

دھم میں سمرن سب کریں لکھیں کرے زکوئے
جو لکھ میں سمرن کریں تو دھم کا ہے کو ہوئے

بنجائی میں مثل مشہور ہے

”تیوں راج تے راجوں نرک“

جس کا مطلب یہ ہے کہ دولت جاہ و جہت پیچھے جہنم کی محنت اور قربانیوں سے نصیب ہوتے ہیں مگر جو لوگ اس نعمت خدا داد وغیرہ مترقبہ کو حاصل کر کے تکبر میں رہنے والے پرہیزگار کو بھی بھول جاتے ہیں اور نادانی سے اس کا ناخاستہ استعمال کرتے ہیں وہ جگہ سے اوپر چڑھتے یعنی روحانی ترقی کرنے کے بجلی حیونیوں یعنی نرک میں گرتے ہیں۔

تنگیز عزادیں را خوار کرد۔ برندان لعنت گرفتار کرد
نرجہ۔ خودی کے غرور نے فرشتہ عزادیں یعنی ابلیس کو بھی خوار کیا

جس سے وہ ہمیشہ کے لئے لعنت کا سزاوار ہوا۔

تواضع کند و شہند گزین۔ کند شاخ پر میوہ سر بردہ ہیں

یعنی جس طرح پھولوں سے بھرے ہوئے یعنی برادر دخت کی شاخیں خود کج و جھک جاتی ہیں۔ اسی طرح وہ نادانہ لعنت خدمت خلق میں جھک جاتے ہیں۔ گوسائیں تلسی داس جی نے ایک مشہور عالم دہلی میں نرک اور سورگ کی تفصیل بیان کر دی ہے یعنی

دیا دھرم کا مول ہے نرک سون اچھیاں
تلسی زیا نہ چھوڑیے جب لاکھٹ میں پراں

ان میں سے کوئی بھی پورے طور پر کامیاب اور قائم نہیں رہا۔ مگر انسانی آخری اور خود غرضی مثلاً کراچی کا جو خیال مختلف مذہبی اور دینی رہنماؤں مثلاً سری کرشنن حضرت عیسے حضرت محمدؐ، ہاتا بدھ وغیرہ نے تشہیر کیا ہے وہی اصل اکیر اعظم ہے گویا جب تک اس مصنوعی ثقافت نامائز کا خیال اور ذاتی خواہشات کا گھنڈہ ہر ایک بنی نوع انسان بلکہ بچہ بچہ کے دل سے دور نہ ہوگا اور وہ سب ایک جیتی جیتی یعنی دنیا اور قربانی کی زندگی بسر کرتا اور اس کو خود غرضی اور عیش رستی کی زندگی پر ترجیح دینا نہ سیکھیں گے نہ امیر ہی دنیا میں کھینچے نہ غریب سے

ہم سے کسی کو پہنچے نہ راحت ایسے مصیبت کرشن ہے
جان نہ تھی تو بالآخر تھے مر کے وہاں دوش ہوئے
امیر اور غریب حقیقت میں ایک الیشور کی اولاد ہیں۔
اور اس لئے روحانی لحاظ سے برابر اندر رشتہ میں جکڑے ہوئے ہیں۔ مگر جس لئے توحید یعنی وحدانیت کے اس غائی سلسلہ میں سے ایسے آپ کو باہر نکال کر خودی، خود غرضی اور دنیائی کی زندگی گزار کر آخر میں تنہا اور کس میری کی حالت میں سب سے علیحدہ ہی رہ جاوے گا اور وراثت روپ چھوٹوان یعنی قدرت کا ملکہ پروردگار اس کی مدد نہیں کرے گی یہی گویا ترک ہے اور یہی دوزخ۔

بقول ایک شاعر

یہی ہے عبادت ہی دین و ایمان
کہ کام آوے دنیا میں انسان کے انسان
ایک حقیقت شناس صوفی اس سے بھی زیادہ رقم طراز ہیں اور لکھتے ہیں۔

دنیائی راجوں پر کریم دو عالم دیکھو دیدم
یکے بینم، یکے گوئم، یکے داتم، یکے غاتم
(یعنی جب دل سے دنیائی کا پردہ دور ہو گیا تو سارا جہان
ایچا آنکھ عقن اور گفتار میں ایکسا ہو گیا) یہی وصال خدا ہے
اور یہی ویرانہ کا گیت توحید یا وحدانیت ہے ہر کسی کو اپنے
میساجالشت اور اس کے در میں بہر دینی اور درد محسوس کرنا

پیش عیش و عشرت و کامرانی کب تک؟
ہو یہ بھی اگر تو جوانی کب تک؟
گر یہ بھی سہمی قیام دولت ہے محال؟
اور یہ بھی ہوا تو زندگانی کب تک؟
مگر سے عیش دنیا باقائے نیست دیدی غمخوار
یک تسم کرو دگر سے در پریشانی گذشت
(دنیا کی عیش و عشرت فانی ہے یعنی انکا انجام تکلیف دہ ہے جس طرح پھول کی کٹی فقط ایک بار سہمی اور ساری عمر عذاب میں رہی۔ مطلب یہ کہ جس طرح گلاب کھل کر توڑا جاتا ہے اور اس سے عرق و عطر کشیدہ ہوتے ہیں۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے جو دنیاوی دولت اور عیش و عشرت کو مقصد زندگی تصور کرتے ہیں)۔

علم و فضل و عقل و دانش زور و زور
ان میں اے نادراں کبھی تنگی نہ کر
دولت کا جب مزا ہے دیوین لایں کھائیں
کس کام کے وہ منتہا اپنا جو گھر سچائیں
بھوکے کو دے کے کھانا اس میں ہر سب بڑائی
محتاج و بے ناکو خود ڈھونڈ کے بلالیں
جو تھکے ہوئے رہا ہے روزی اس میں سب کا
واجب ہے شکر اس کا کچھ کر کے پر دکھائیں
لے کر نہیں جو دنیا وہ چور ہے پر بھوکا
بادر نہ ہو تو گیتا پڑھ کے انہیں بنائیں
دوبھی اگر تو دینا گو بند نام لے کر
نہش نام دان دے کر سب زوروں بلائیں
بھوکے کو کھلا کر اس کی بھوک کی تپش مٹانا ہر ایک ہے
اور یہی استغلاہ کے طور پر ان کی گندیں آہوتی ڈالنے کا اصل
مطلب ہے دوسرے لفظوں میں پرانا تاسکین اور غریبوں کے
دل میں رہتا ہے۔

امیر اور غریب کے مصنوعی تفرقات اور دنیاوی مسائل قائم کرنے کے جو طریقے اور علاج مختلف دقتوں میں مختلف دماغوں نے مختلف طریقوں پر سوچے اور اختیار کئے ہیں

”انسانی مذہب“ یعنی دھرم کا تقاضا ہے اور یہ وہ سیدھا
لاستہ ہے جس پر چل کر کوئی انسان خواہ امیر ہو یا غریب
چھوٹا ہو یا بڑا کبھی گمراہ نہیں ہوتا اور جس حق یعنی پر م آئند
وہ عمل کرتے کا یہی ایک بے غلط راستہ ہے۔

آنکھ آئینہ سا ہے اس میں مرآت جب نہ ہو
دل نہیں پتھر کا ٹکڑا ہے محبت جب نہ ہو

مکرر

رسائی خاک ہوگی اُن کو ماس منزلِ حق تک
جنہیں انسان کے دل میں بھی گھر کرنا نہیں آتا

اس پر ایک صاف گو شاعر فرماتے ہیں۔ سہ
طریقیت بجز خدمتِ خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و ذوق نیست
(سچی عبادتِ خلق خدا کی خدمت کرنے میں ہے ذکر
فقطا فقیری جامہ اور ڈھنگ اختیار کرتے ہیں)
پس اسے امیر لوگو جو کچھ تم کو خزانہ غیب سے ملا ہے یا
ایک اُسے خدا داد اور سب کی مشترکہ حقیقت سمجھ کر بطور ایک
خدائی مقیم کے متحدہ طور پر انصاف اور دیانتداری سے اس کا
استعمال کرو تا کہ اسکی ملکیت کا دائرہ ہمیشہ وسیع اور پائیدار رہے

بہت دھرم دین

۔۔۔

یہ دھرم بپتک 189 مضامین کا مجموعہ ہے۔ اور ۲۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

دھرم اور فرض۔ باہیت دھرم۔ اوتاروں کا مقصد۔ ورن اشرم دھرم۔ استری دھرم۔
سندھ کرم یعنی تقدیر۔ بیٹی اور بیٹن کا دھرم۔ موجودہ تعلیم کے نقائص۔ آخری عمر کا استعمال۔
حکومت کے فرائض۔ امیر و غریب۔ وغیرہ وغیرہ ایسے الاحباب مضامین ہیں کہ ہر ہندو
کہلاتے والے شخص کو انہیں ضرور پڑھنا چاہئے۔ کتاب اعلیٰ ۲۵ پونڈ سفید کاغذ پر
چھپی ہوئی دھپائی دیدہ زیب ہے قیمت لاگت کے مطابق صرف دو روپیہ رقم
بذریعہ منی آرڈر بھیج کر کتاب بیزنگ پوسٹ منگوائیں۔ کیونکہ وی۔ پی پر خرچ زیادہ
آتا ہے۔

منگوانے کا پتہ :- دفتر رسالہ اوم اندرون جمیری گیٹ دہلی عرک

سالنامہ اپنشدانک شاک میں ختم ہو رہا ہے۔ ضرور تمند اصحاب جلد منگوائیں۔

شرمندگی

نہی ہو نہ لال گرد و ریشمی سر

(۱)
ہو رہی یارب مجھے اس وقت ہے شرمندگی
کیونکہ ہے پیش نظر میرے کتاب زندگی

(۲)
غلط کاروں سے سیاہ کر لی کتاب زندگی
وہیں گے کیا مالک کو جو کر ہم حساب زندگی

(۳)
دن کیٹ دُھندوں میں اپنے راتیں غفلت میں کیٹیں
ہم نے سمجھا بس یہی ہے لب لباب زندگی

(۴)
جرس رکھ نہ دل میں ناداں ہیں یہ منائی نعمتیں
دوڑ دھوپ ان کے لئے ہے اک سُرَاب زندگی

(۵)
تنگدستی میں جو اپنے بھتر وہ بیگانے ہوئے
وقت مصیبت ہے نہ کوئی بھر کا ب زندگی

(۶)
دیکے رہتے ہیں عدو اور سینکڑوں ہوتے ہیں دوست
اوج پر رہتا ہے جب تک آفتاب زندگی

(۷)
ہے جہاں کے ہر میکس کی زندگی نابا سیدار
کیا بھروسہ زلیست کا ہے اک حجاب زندگی

(۸)
اب بھی ناداں ہوش کر یاد خدا کر دے شروع
اچل ہے سر پر گھڑی مشعلِ قصاب زندگی

(۹)
ہے غنیمت ہر گھڑی اس کو نہ کھو تو رائیگاں
پھینچنے کو تیار بس آفتاب زندگی!

شری گیتا پشپاولی

شری گیتا پشپاولی

پشپ ۵

انکی دلی محبت تھی جس کا انہوں نے گیتا میں جگہ جگہ برا بھلا کیا ہے، اس کی غلط فہمیوں کو دور کیا اور اس کے تمام شکوک رفع کر کے اسے آمادہ جنگ کر دیا جس حقیقی غرض کے لئے وہ میدان جنگ میں آیا تھا اور جس کے لئے اتنا تردد کیا گیا تھا۔

بھگوان کے ایش کالب ولباب : بھگوان نے جو آتما کی لانا نیت یا اتر تو کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ جیو آتما تو امر ہے اس کو آگ نہیں ملا سکتی۔ سو انہیں سکھا سکتی۔ پانی نہیں ملا سکتا۔ اس لئے تم کون ہو جو کسی کو مار سکتے ہو۔ اس طرح سے تم ایک غلط فہمی کا شکار ہو رہے ہو یا غرض تو محض یہ ہے کہ ضرورت وقت کے مطابق اپنا دھرم پالیں گے یعنی اپنے فرض کی ادائیگی کرو، اس سے پہلو تھی کہ اپنا پاپ ہے جب انسان کسی خاص دنیاوی غرض کو مد نظر رکھ کر کوئی فعل کرتا ہے جس کے نتیجے بھگت کے لئے خواہ وہ اچھا ہو یا برا نیار رہتا پڑتا ہے تو وہ پاپ کو بھائی ہو سکتا ہے لیکن اگر برعکس اس کے کوئی شخص کوئی کام یا فتنہ محض اس لئے کرتا ہے کہ وہ اسے اپنا دھرم یا فرض سمجھتا ہے نہ کہ کسی دنیاوی غرض سے تو وہ سرسیر پشپا پ ہے پس طرز عمل کو ہی کرم لوگ کہا گیا ہے، اور یہی ترمید گیتا کا مکھ ایش ہے۔ بھگوان نے فرمایا۔

हृत्वा प्राप्स्यसि स्वर्गं जित्वा मोक्षयसे
महर्षि । तस्मादुत्तुकोत्तिय युद्धा
य क्वचित् क्रियते ॥

انھات۔ اس لئے بڑھ کر اترے لئے سب پر کار سے اچھا ہے۔ کیونکہ یا تو مکر سورگ پر اپت ہوگا یا جینکر پر بھڑی کا راج بھوگے گا اس لئے بڑے ارجن بڑھ کے لئے نیچے والا ہو کر کھڑا ہو۔

سمتو بدھی لوگ

بڑھ کھڑے میں شری بھگوان کرشن جی کی جو بات حدیث ارجن سے ہوئی وہ محض اسلئے کہ ارجن کو لڑنے کے لئے آمادہ کیا جائے کیونکہ عین وقت پر جبکہ سینا میں آہنے سامنے کھڑی تھیں اور سندھ نام شروع ہونے ہی کو تھا ارجن نے لڑنے کو انکار کر دیا۔ اور بھگوان کو اس وقت بطور اس کے دھیان کے براجمان تھے یہاں تک کہ بدیا کہ میں اس بدھ میں جس میں میرے نکٹ سمیٹھی ہیں میرے سامنے کھڑے ہیں جھٹ نہیں لڑنگا۔ کیونکہ میرے خیال میں یہاں پاپ ہوگا اس سے تو یہ بہتر ہے کہ میں بھیک مانگ کر کھا لوں۔ بلکہ سب سے اچھا یہی ہوگا : دھرم تر اشتر کے پتر عجیے جان سے مار دیں اور میں ان کے سامنے ہتھیار ڈال کھاؤں اس کے اس وقت اور نام مقول وجہ سے جنگ نہ کرنے کے فیصلے پر اڑ جانے سے ایک عجیب سی تھی پیدا ہو گئی جس سے ارجن کو نکال کر بدھ کے لئے پر برت کرنا ہی بھگوان کا مکھ ایش تھا۔

اس مشہور عالم گفتگو کے دوران میں ارجن نے محسوس کیا کہ وہ اصلیت کو سمجھنے سے قاصر ہے اس لئے اس نے بڑی عجز و انکساری سے بھگوان سے برا تھنا کی آپ مجھے اپنا شمشیر سمجھ کر میری رہنمائی کریں اور میرے شکوک کو دفع کر کے مجھے بتائیں کہ اس وقت مجھے کیا کرنا مناسب ہے کیونکہ میری عقل ٹھکانے نہیں ہے۔ روٹنے کھڑے ہو رہے ہیں۔ حلق سوکھ رہا ہے اور میں کم کرتویہ و موڑھ ہو رہا ہوں۔ یعنی میں یہ نہیں جانتا کہ اس وقت میرے لئے کیا کرنا مناسب ہے لڑنا یا میدان سے بھاگ جانا۔ ارجن کی یہ قابل رحم حالت دیکھ کر شری بھگوان نے ارزاہ کرم (کیونکہ ارجن سے

میں اگر ہم محض اس بات کو پیش نظر یا ملحوظ خاطر رکھیں کہ ہم ضرورتیں تو یہ کھیں نہیں ہوتی، کھیلنے والوں کا تو یہی فرض یا کر تو یہ ہے کہ اُسے اہمیت سرگرمی اور شوق سے کھلیں، خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی ہو۔ نتیجے کی گارنٹی اپنے حق میں ہو کھیلنا کھیں نہیں سمجھا جاسکتا۔ انسانی زندگی میں کون ہے جو کام کرنے سے بچ سکتا ہے۔ کام تو کرنا ہی پڑتا ہے۔ لیکن اس اصول پر کاربند ہو کر اگر عمل کیا جاوے کہ ہمارا کام تو کام کرنے سے ہے۔ نتیجہ اس کا چاہے کیسا ہی ہو، اس طرز عمل کو ارتکحات

सिद्धय सिद्धयोः

समो भूत्वा समत्वं योग उच्यते

یعنی با رجحیت، کا خیال نہ کرتے ہوئے اپنے فرض کی ادائیگی کے لئے مستعد رہنا۔
(جگناتھ کھنہ صفحہ ۱)

کیونکہ اگر تو نہیں لڑے گا تو تیری بدنامی ہوگی، تیرے دشمن کھینکے کر ارجن و کر میدان سے بھاگ گیا اور ایک مغز دستی کے لئے ایسی ہتک آمیز باتوں کا کہا جانا اسکی موت سے بھی برا سمجھا جاتا ہے۔ آگے میں کر پھر بھگوان نے یہ فرمایا کہ ارجن تیرا تعلق تو مجھ کرم کرنے سے ہے نہ کہ اس کے پھل سے، اس لئے تجھے اپنے کرم کے پھل کی اچھا دوسنا نہیں کرنی چاہئے اور نہ ہی یہ بات مناسب ہے کہ تو کرم کرنے سے ہی ہاتھ اٹھالے۔ اس لئے مناسب یہی ہے کہ

योगस्थः कुरु कर्माणि सङ्गत्यैव

जनयते

یعنی لوگ میں سخت ہو کر تو کرم کر، اور اسے تو کبھی تیاگ کر یعنی اس کے پھل سے بالکل بے لاگ اور بے تعلق ہو کر، ایسے طرز عمل میں کامیابی یا ناکامیابی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ عامل یا کرتا ان سے بے تعلق ہو کر ہی عمل کرتا ہے۔ کھیلنے

صحیح تشخیص بقاعد علاج عمدہ میں خاص الخاص دانش

بچوں کی کمزوری، رختہ اور نزلہ کام اور دماغی تھکاوٹ بلغم کی زیادتی کیلئے قیمت صرف دو روپے قیمت صرف 2/12

کاندھی دواخانہ 152 دی کناگر دہلی
ٹیلیفون نمبر 229929

مستفادہ خاندانی حکیم نند لال صاحب پوری
ریکتاب تقریباً دو صد صفحات پر مشتمل ہے
کاغذ اعلیٰ قسم کا ۲۲ پونڈ اور لکھائی چھپائی دیدہ زیب
ہے۔ یہ 130 بنایت کارآمد مضامین کا مجموعہ ہے۔ پہلے باب میں
دماغ، آنکھ، کان، ناک، ذہن، معدہ وغیرہ تمام جسم کے عضوی انگوں
کا ذکر کیا گیا ہے۔ دوسرا باب حفظ صحت، تیلرنا قدرتی لوازمات صحت، چوتھا
باب صحت اور تندرستی کے قیمتی راز اور تندرستی کے ۱۵۱ سنہری اصول
یا خواص صحت کو بگاڑنے والی باتیں، چھٹا باب دنیا کے بڑے
آدمیوں کی صحت اور تندرستی کے راز انکی اپنی زبانی سوال و جواب
پڑھائے گا۔ سب سے کوئی تعلق نہیں اٹھوں باب درازی عمر کے راز۔ چھٹا
دوم میں عالم گھریلو امراض اور انکا نہایت سستا علاج درت ہے
گویا یہ کتاب ہر طرح سے مفید اور لا جواب ہے قیمت تین روپے مقرر
ہے لیکن حکیم صاحب کے ارشاد پر رسالہ اوم کے خریداروں کیلئے اسی قیمت
(1/50) ڈیڑھ دو روپے میں فروخت ہو رہی ہے ڈیڑھ دو روپے
بندوبست میں اس قدر قیمتی کتاب کو بیرونگ داک میں منگوو میں کیونکہ وہی پرخرج
زیادہ آتا ہے۔ پتہ: دفتر رسالہ اوم اجمیری گیٹ دہلی ۵۶

ہدایتِ راہ

از شری عکباتاھ مجی کھنہ صفتی

زندگی اپنی کاین نما شائی : نہ کرو البستگی کسی سولے بھائی
کام کرنے سے کام ہے تیرا : شکر کا اس کے نہ ہو تمنائی

بغض و حسد ادھر ادھر جوش و غضب : جذباتِ شہوانی، اور من و مانی
تیرے دل پر ہیں جب تک غالب : عرفاں ہو تیری کیا شناسائی

تیری خوشیوں کا کیا ٹھکانا ہے : چمن میں تیرے ہو جب بہار آئی
دور خزاں بھی تو اب وہ زور نہیں : بھولنا اسکو کیا ہے دانائی

جاری رہیگا کب تک اے جاں : تیرا یہ شغل محفل آرائی
جس کا شیدا ہے تو دل و جاں سے : رقاصہ دنیا یہ کس کی ہے بھائی

بزمِ عالم کی سب یہ رنگینی : جس کو ہو رہا ہے شیدائی
چشمکِ برق سے نہیں بڑھکر : چشمِ بیتا سے دیکھ اے بھائی

راحتِ قلب کی جو دولت ہے : امیرانِ دنیا نے جو وہ کب پائی
سب سے بڑھکر امیر ہیں وہ صفتی : جنکو حاصل ہے نعمتِ شاکِ امام

چار آرہ ستیہ

از فقیر احمد دہرمی

(یُدھ دھرم کے فلسفہ و اخلاق کی بنیادی حقائق)

موت دُکھ ہے۔ مطلوب کا نہ ملنا دُکھ ہے۔
اور غیر مرغوب کے ساتھ ملنا دُکھ ہے اور اپنے
اور اپنے پیارے (محبوب) سے جدائی بھی دُکھ ہے
اگر دنیا میں سب سے بڑھ کر ضروری اور حل طالب سوال ہے
تو دُکھ کا ہے اور جہاں دُکھ کا احساس ہی نہ ہو۔ وہاں سُکھ
(آئندہ) کا سوال تو کجا اس کا خیال بھی نہیں آسکتا۔ لغو
اس بات کا پتہ لگ سکتا ہے۔ ضد ہی ضد کو روشن کرتی ہے
جیسے بیماری کا کبھی تجربہ ہی نہیں، ہوا وہ عجیب و غریب ہو کر بھی
اپنی صحت کو نہیں جان پاتا۔ جسے حد کی خبر ہی نہیں۔ وہ بچہ
کا خیال کیونکر کرے گا؟ تکلیف رکاوٹ۔ غیریت۔ مشکل،
چھٹائی، قید موت کے مشاہدہ و تجربہ سے ہی ہمیں آرام۔ طاقت
آسانی۔ بُرائی۔ آزادی اور زندگی کی خبر ہوتی ہے۔ اور دُکھ
کی ناگواری ہی آئندہ کی خواہش پیدا کرتا ہے۔ جس بد بخت کو
کبھی بد حالی کا تجربہ یا مشاہدہ حاصل نہیں ہوا۔
خوشحالی کا کوئی تصور نہیں رکھ سکتا۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔
نیستی آئندہ، ہستی اور۔ رستہ ہی آئندہ غیبت ہے۔ پھر کے
احساس سے ہی خود کو کبھی حاصل ہوتی ہے۔

دُکھ ہمیں جگا تا ہے آئندہ کی طرف اور اس کے ٹھیکہ کو
پیدا اور تیز کرتا ہے۔ اگر راج کمار سا کی مٹی کو تم اپنے پہلے
خلوں میں ایک بوتل سے، بیمار اور لاش کو دیکھ نہ پاتا۔ تو اس کے
دل میں روشن ضمیری کے لئے کبھی پیمائش پیدا نہ ہوتی۔

اگر میں سُکھ یا آئندہ پانے کی آستیاں نہ رہے۔ تو عینا ہی شکل
ہو جاتا ہے اہم سُکھ آئندہ کا خیال ہی نہیں آسکتا۔ نیز اگر دُکھ نہ پتا
تو زندگی کا قائم رہنا دشوار ہو جاتا + دُکھ ہی خطرے کا سنگین
دکھانا ہے اور اپنی ناقابل برداشت ناگواری سے ہمیں دُکھ سے

بُدھ دھرم کی ایک اذکی خصوصیت یہ ہے۔ کہ یہ
مسند بازی اور رسوم پرستی کا مذہب ہونے کے بجائے فقط
سچی اور عملی زندگی کا مذہب ہے۔ اور اس کی بنیاد عقائد
کی بجائے حقائق پر ہے۔ جو مشاہدہ۔ تجربہ اور عقل سے جانی
یا سمجھی جاسکتی ہے اور اس میں ماننے کی بجائے خود پرکھنے، جاننے
اور عمل میں لانے پر زور دیا گیا ہے۔ یہ قیاسات کا مذہب نہیں
بلکہ علمیات سے تعلق رکھتا ہے اور اس میں کسی بھی بالا تر ہستی
یا شخص یا کتاب کو سچی کے حق میں قطعی سند نہیں بنایا گیا۔
اور اسی لئے اس کی تعلیم میں الہام۔ نبوت۔ پیغمبری۔ شفقت
صحافت یا بیجاؤ کے لئے جگہ نہیں ہے کیونکہ اس بنیادی
پتھر تحقیق ہے۔ تقلید پر گز نہیں، خود انحصاری ہے۔ دعایا
خوشامد اور ثنا گوئی نہیں + اور اگر وہ ساری مٹی کو تم بُدھ کو
اس کا بانی مانا جاتا ہے۔ لیکن ان کا اعلان ہے کہ یہ سچی ان سے
پہلے بھی موجود تھی اور اس لئے وہ اس کے بانی ہونے کی بجائے
اس کے ایک معلم ہی ہوئے ہیں۔ اور اس لئے اگر ان کے مذہب
کو مذہب انسانیت یا مذہب حیات کہا جائے تو عین ہی ہوگا
کیونکہ ان کی تعلیم میں مشرق اور مغرب، قدیم و جدید، اپنے اور
پرانے، اعلیٰ اور ادنیٰ کا فرقہ نہیں پایا جاتا۔

جہاں تا بُدھ نے بتلایا ہے کہ زندگی کی چار عظیم سچیاں
ہیں۔ جنہیں پالی زبان میں چتواری آرہ ستیہ (چار حقائق
شریفہ) کا کام دیا گیا ہے

(۱) یہ زندگی دُکھ ہے جو

شعوری زندگی کی تمام حالتوں میں پایا جاتا ہے۔
پیدا کیش دُکھ ہے۔ بڑھاپا دُکھ ہے۔ بیماری دُکھ ہے۔

دُکھ نارو۔ کُکھ روگ بھیا (دُکھ دوا ہے اور کُکھ بیماری ہے) سیبھا کُکھ کی طرف دوڑنے والا شخص، حقیقت میں اسی کے پیچھے دوڑا کرتا ہے۔ اور وہ کسی زندگی کی تحقیقی خوشی کو پانے کے قابل نہیں ہوتا۔ دُکھ کے ہوا زندگی کوئی خاص فضیلت نہیں رکھ سکتی اور نہ ہی دُکھ کے احساس کے بغیر سچی خوشی کا پتہ ہی لگ سکتا ہے۔ اگر زمین پر سورج اپنی طمازت کا سرسنا تو کسی جاندار کی پیدائش یا ترقی ناممکن ہوتی۔ اس گرو اُکود کر زمین پر زندگی صُن و جال کی نئی سے نئی بہاریں دُکھ کی بدولت ہی وجود میں آئی ہیں نہایت المناک خیالات و احساسات ہی زندگی کی عمیق ترین خوشی دیتے ہیں جو سطحی کھیل تماشوں میں حاصل نہیں ہو سکتی۔

اگر انسان شرف المخلوقات ہوا ہے تو اپنے بغیر معمولی دُکھ کی بدولت اور اگر اس کے دل میں نروان کا برم آئندہ لینے کی ابھلا شائین ہوتی ہے یا بغیر معمولی بصیرت عباگ اٹھتی ہے تو یہ بھی تو غیر معمولی دُکھ کا کرشمہ ہی ہے جسم کی طاقت کی پیدائش اور زمین سچی خوشی کے حصول کے ذرائع رکاوٹیں اور دُکھ ہی تو ہیں۔

امریکہ کے اعلیٰ ترین فلاسفر آئرسن نے جب اپنے نزدیک کو پٹھاتے وقت اس میں کم فہمی کے کچھ آثار دیکھے تو وہ کہہ اٹھا تھا۔

”کاش کے تیرے جتنے میں بھی وہ دُکھ آتے۔ جو کہ بچپن میں تجھے ملے تھے۔ تنہا اور نادار ہونے کے باعث۔ دُکھ سے بھاگنے یا اُسے بھٹلانے کی ذہنی یا روحانی تدبیر یا سادھن ڈھونڈنے والا شخص زندہ روحانیت کو جاننا ہی نہیں۔ اور سب کچھ بھلا کر (کسی بھی تدبیر سے) اپنے آپ میں جو ہو رہے ہیں کوئی روحانی فصیلت یا برتری نہیں پائی جاتی۔“

جب انسان دُکھ کے دُور سے خدا کی پناہ لیتا ہے۔ تو وہ سرور زندگی سے محروم رہتا ہے۔ کیونکہ دُکھ کے بنا سچا (خیر فانی اور برترین) آئندہ ہی نہیں سکتا۔ مگر دُکھ کا اُشادہ پانے کے بغیر اُس کے اُگے گھٹے ٹیکنا ایک جاہلانہ کھوٹ ہے۔ دُکھ وہی قیمتی اور قیمتی ہے جو آئندہ کی طرف لے جاتا ہے۔ دُکھ سے کُکھ کی طرف بھاگنا بزدلی ہے مگر دُکھ کو ہی زندگی کے آئندہ وسیلہ

خلاصی پانے کے لئے مجبور کر دیتا ہے اگر کچھ کو بھوک نہ لاتی تو ماں کو اسے بوقت ضرورت دُودھ پلانے کا خیال ہی نہ آتا۔ اگر ہم جسمانی درد نہ ہوتا۔ تو ہمیں کیسے جان بڑھانا کہ ہمارے جسم میں کوئی فضول مواد ہے جو زندگی کے لئے خطرہ ہے۔ اور دُکھ ہی تو ہمیں فوری علاج یا تدبیر کے لئے مجبور کر دیتا ہے۔ ایک مفلوج آدمی کی ٹانگ جل گئی۔ مگر اسے چیرناک نہ لگ سکا کیونکہ اس میں احساس کی قابلیت نہ رہی تھی دُکھ کی بنا پر ہی انسانی سوسائٹی کا وجود ممکن ہوتا ہے۔ اگر دُکھ نہ ہوتا تو کوئی کسی کی پروا نہ کرتا۔ افلاطون نے بھوک کہا ہے کہ اگر دنیا میں موت نہ ہوتی۔ کوئی مہتمم ہی نہ ہوتا۔ دُکھ سے چھوٹنے کے لئے ہی انسان مکتی یا نکات کے لئے تدبیر کرتا ہے۔ اور عہد تک قید کے دُکھ کا احساس نہ ہو۔ آزادی کے لئے خود کشی پیدا ہی نہ ہوتی۔

ساری دنیا اگر زندگی تلاش میں ہے تو اس کی وجہ یہی ہے۔ کہ انسان کے جتنے میں بے انداز دُکھ آیا ہے۔ اور انسانی عظمت اور ارتقاء کا راز بھی یہی ہے کہ انسان کو جی مشکلات سے واسطہ چرتا ہے وہ کسی اور جاندار کو نصیب نہیں ہو سکیں۔

جہاں تھامدھ کی اس اذکی تعلیم کی خاص خوبی یہ ہے کہ دُکھ کا مطالعہ کرتا اور اسے سمجھنا ممکن ہے۔ جیسے بیماری کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ دُکھ کو جابل سے جابل آدمی بھی کسی قدر ضرورت جانتا ہے جبکہ صحت کی تعریف و تقدیر کرنا علما کے لئے ہی مشکل ہے کیونکہ دُکھ قابل مشاہدہ نہیں ہے جبکہ صحت اور آئندہ احساس ہونے پر بھی اس کا مشاہدہ یا تصور ناممکنات سے ہے۔

مذہب مذہب دُکھ کو بھٹلانے یا اس سے بھاگ کر ذات مطلقہ (رسم) میں ڈبے یا محو ہونے کی تعلیم دینے کی بجائے دُکھ کو سمجھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ کیونکہ دُکھ کی کھلاوٹ کی بجائے اس کا دانشمندانہ سامنا کرنا ہی دُکھ ازالہ کر سکتا ہے۔ درد نہ دُکھ بنا رہتا ہے۔ کوئی بھی فرد بغیر ہمارش کھلانے کا حقدار نہیں ہو پاتا۔ جب تک کہ صرف دُکھ ہی نہیں بلکہ ہمارش دُکھ اس کے حشر میں ڈالتے۔ ایک نیجائی شاعر کا یہ کہنا بالکل درست ہے۔

جس نے ہر جسم دی ہووے دُکھ اُدے نہ دھتے
جس پر مالک کی رحمت ہو دُکھ اس کے جتنے میں آتا ہے۔

وسیلہ بنا کر نشان انسانیت اور حیوانیت کی پھلتا ہے اور اس لئے یہ حیوان سے متکئی (پھٹکا) نہیں۔ بلکہ حیوان کی متکئی (باطن کے روحانی خزانوں کی کثایش ہے۔ زندگی کا کمال اس کے اندر ہی بھند اردوں کو کھول کر ہر طرف لوٹانے میں ہے۔ خمد بخود جو رہنے میں نہیں۔

اسی لئے ہمارا ہاتھ لئے اعلان کیا تھا کہ جب تک کوئی ایک جاندار بھی دکھی ہے۔ میں پر نروان کی تحویت کا خیال نہ کروں گا۔

الفرق ڈھکے میں ہے جو ہیں ارتقاء حیات کیسے بخود کرتا ہے یہ ایک غلط خیالی چلا آیا ہے کہ ڈھکے ہمارے پچھلے بُرے کریوں کی سزا بھگتا ہے۔ حالانکہ ڈھکے ایک نایاب برکت زندگی ہے جو ہمیں جگانے کے لئے ہے۔ یہ ایک منفی قدر ہے جسے ایک مثبت قدر میں بدلنا ہمارا انسانی فرض ہے اور اسے منفی صورت میں ہی بھگوت پر سا ومان بیٹھنا محققانہ غلطی ہے۔ ڈھکے کے جواب میں ہمارا صحیح عمل عبور و رضا کی بجائے یہ ہے۔ کہ ہم اس کے سبب معلوم کر کے اسے آئندہ بدل دیں اور اور اس پر زمین پر صرف انسان ہی ایک ایسا وجود ہے۔ جو اپنے تحقیقی رد عمل سے ڈھکے کو بھی ایک بے بہا نعمت میں بدلنے کے قابل ہے۔ ڈھکے سہنا ایک حالت اتحاد ہے جسے شاید صرف بناتی زندگی ہی ڈھکے کو بوجہ برزاشت کرتی ہے انسانی رد عمل اور ہے۔

ڈھکے کی قیمت بتلانا ہمارا تادمہ کی ایک معمولی ذہن ہے جو اس دوزخ نما دنیا کو بہشت بریں میں بدلنے کا سیدھا راستہ دکھاتی ہے

ڈھکے کا رن (بلا سبب) نہیں ہے

جب تک ہمیں کسی حالت کا سبب معلوم نہ ہو ہم اس پر قابو نہیں پاسکتے۔ اب دنیا اُن جہلک امراض پر صرف قابو ہی نہیں پا رہی بلکہ انکی سیج کئی میں مصروف ہے جنہیں کبھی نا علاج مانا جاتا تھا۔ اور جنہیں پچھلے کرموں سے منسوب کیا جاتا تھا۔ یہی ڈھکے بھری دنیا گلشن راحت و سرور میں تب ہی بدلی جاسکتی ہے۔

جبکہ ہمیں اس میں پیش آنے والے ڈھکوں کا سبب معلوم ہو۔ جو لوگ ڈھکے کے اصلی اسباب کو نہیں مانتے۔ وہ اس کے نوارن کرنے کے لئے مذہبی رسوم (ریگیز آڈی) یا جادو کی طرف رجوع کیا کرتے ہیں یا انہیں بھلائے اور اپنے شعور کو ختم کرنے کی تدابیر عمل میں لاتے ہیں اور کسی ناقابل برزاشت ڈھکے سے بچنے کی ایک فطرتی تدبیر بھی ہے کہ شعور یا ہوش ابھی نہ رہے۔ اور جبکہ مذہب شعور کو سن کرنے کی کئی تدابیر بتلاتا ہے۔ کارل مارکس نے اسے عوام کے حق میں ایک مرکب ایفون کا نام دیا ہے۔

ڈھکے سے بھاگنا یا اسے بھلا نا یا اپنے شعور اور احساس کو ہی بھری دوا یا کشتے سے ختم کرنا اس کا صحیح علاج نہیں ہے۔ ڈھکے تو زندگی میں ایک اہم مقصد رکھتا ہے۔ ڈھکے کے بغیر انسان اپنی انسانیت کو چھل کر رہی نہیں سکتا مثلاً جسے بھوک کا بھی احساس ہی نہیں ہوا۔ وہ کسی بھوک کے لئے کیا ہمدردی رکھے گا؟ ڈھکے نہ زندگی دیتا ہے اور کوئی آدمی صاحب دل نہیں ہو سکتا۔ جب تک اسے گہرے ڈھکے کا تجربہ نہ ہو۔ جو ان گیان ڈھکے کے خاتمے کے لئے نہیں بلکہ ڈھکے کو سمجھ کر اسے آئندہ بدلنے میں ہے اور روحانی کیمیا گری جو انسان کے لئے قابل حصول ہے۔ جب تک کہ رد دل نصیب نہ ہو۔ انسان اپنی سیرت میں حیوان ہی رہتا ہے۔ درد کا تجربہ ہمارے شعور کو بیداری اور گہرائی دیتا ہے۔

مگر ڈھکے کا کارن مان لینا کافی نہیں۔ اسے جاننا بھی ضروری ہے۔ صرف یہ مان لینا ہے کہ اس سنسار میں جو بھی ڈھکے کھینچ آتے ہیں۔ وہ پچھلے جنموں میں کئے کرموں کے بھیل ہیں۔ حیوان کی پھلتا کے لئے کافی نہیں ہے۔ بے شک ہر ایک کیا ہوا کرم اپنی صفت کے مطابق ضروری اپنا بھلا یا بُرا کھیل لاتا ہے۔ ہمیں کوئی سنسار یا جزا نہیں دیتا۔ کرم لازمی طور پر اپنا بھیل لاتے ہیں۔ جس سے بچنا محال ہے۔ یہ ایک اُس قانون فطرت ہے جو کہ غیر مصنوعی اور آبادی ہے اگر لوگ اس بات کو سمجھ لیں تو یحییٰ وینا سوگ بن جائے۔ مگر لوگ کرم کے بھیل میں غور اور خفاہ کے اثر کے قابل ہوتے ہیں۔ ہمارا تادمہ کے قانون کرم کا اُس نونا بتلایا ہے اور جب کسی فرد بشر کو اس قانون میں پورا یقین ہو جائے تو وہ لازمی طور سے کسی کو ہی جسے گامدی کو کبھی ہمارا تادمہ لئے اُن ڈھکوں کا قطعی علاج بتلایا ہے جو ہماری ہمت

ہما تہا بدھ کا اُپدیش

(پہچہ)

- (۱) تمام جاندار خوشی چاہتے ہیں اس لئے سب کے ساتھ فیاضی سے پیش آؤ۔
- (۲) وہی انسان پاکیزہ کہلاتا ہے جو ہر ایک جاندار پر ترس کھاتا ہے۔
- (۳) جس طرح ماں اپنی جان جو کھوں میں ڈال کر بھی اپنے بچے کی نگہبانی کرتی ہے۔ اسی طرح ہر ایک شخص کو کُل جانداروں کے لئے بے حد محبت بڑھانی چاہئے۔
- (۴) اس شے کے ساتھ دوسروں کو نقصان نہ پہنچاؤ جو تمہیں دکھ دے سکتی ہے۔
- (۵) اگرچہ ہما تہا بدھ کے پیروکار تو سب ہی مانس آہاری ہو گئے ہیں۔ یہ کہتے آشیچری کی بات ہیں (۵) میں اُس وقت تک خوش نہیں ہو سکتا جب تک کہ کوئی دوسرا دکھی ہو رہا ہو اور میرے اندر اُسکی امداد کی طاقت موجود نہ ہو۔

- (۶) پاکیزہ خیالات اور پوری محبت کے ساتھ میں دوسروں کیلئے وہی کچھ کروں گا جو اپنے لئے کرتا ہوں۔
- (۷) اگر تم مجھے کسی بات سے خوش کر سکتے ہو تو یہ ہے کہ شکار کرنا چھوڑ دو۔ وہ غریب جاندار جو عقل سے محروم ہیں۔ اس وجہ سے اور بھی رحم کے مستحق ہیں۔
- (۸) نیک دلوں کے دل اس شخص کی خاطر گھٹ جلتے ہیں۔ جو اُن کو نقصان پہنچاتا ہے۔
- (۹) اگر ایک شخص تلوار سے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دے تم اپنے اندر غصے کے خیال کو مت بٹھو۔

گھٹنے سے کوئی بُرا لفظ مت نکالو۔

کبیر بھگت کے اُپدیش

- | | |
|-------------------------------------|--|
| بکری یا تکی کھاتے تانکی کاڑھی کھاں | جو کوئی بکری کھاتے ہے تاکا کون احوال |
| اندھے کُن پس کہتے مچھلی کیا حلال | جیسا کہ دس سو ادیس یہ نہ بھیا بے حال |
| ہندو میں دیا نہیں رحم ترک میں ناہنہ | کبیر کبیر دونوں گئے لکھ چور اسی ماہنہ |
| کبیر تیرا جھوٹا گل کیٹوں کے پاس | جو کرے گئے سو بھرینگے تو کیوں بھیا اڈس |

بھگت کبیر جی۔ آج سنسار دھس ایکی بہت پرشنا ہو رہی ہے آپ نے اپنے پیارے میٹھے دھرم پور کرم فلاسفی پر روشنی ڈال کر موجودہ سنسار پر بہت اویکار کیا ہے۔ ہمیں رات دن نیک کام کرنے چاہئیں۔ تاکہ ہمارے جیون میں نیکی کا پھل لگے اور اس کے اٹل حصے پر رونے کے باپ کرم جمع ہو کر ہمارے جیون کو امانت کر دیں گے۔

آساد دی وار

انس آہار نشیدہ

سلوک محلہ ۱

دھوتی ٹکڑے تے جپ مالی دھان ملیجھا کھائی
چھوڑی لے پا کھنڈا۔ نام لے جانی ترندا
تن گھر براہمن پو جا ہنڈا۔ اونا بھی کونے اونی سدا
سرم دھرم کا ڈیرہ دور۔ نانک کوڑا رہیا بھر پور
نیل دتر ہیر سو دے پروان ملیجھ دھان لے بے پران
دے کے چوکا کڈی کار۔ اوپر آئے سیٹھے کوڑیاں
تن پھٹے پھیر کرینی۔ سن جوٹھے جلی بھسری
چوت اندر سبھ کو دیکھ نداری ہٹھ چلا تیدا
وڈو وڈو وڈو میدنی بے سر دھنڈے لائیدا
ور متگن بھکھ نہ پا تندا۔

گو براہمن گو کر لاو۔ گو برن نہ جانی
انتر پوجا بڑھے کیتیاں سبھ تر کا بھجانی
ماس کھائے کرب نماز پھیری وگائی بن گل نانک
گوڑی راس کوڑا واپار۔ کوڑا بول کرے آہار
متھے ٹکڑے تیر پی دھوتی کھائی تھہ پھیری عکست تصانی
اجھا کھیا کا کٹھا بکرا کھانا۔ جو کے اوپر کسے نہ جانا
مت پھٹے دے مت پھٹے۔ ایہا ان اسادا پھٹے
کہو نانک بیج دھبیائے۔ بیج ہوئے مال بیج پائے
اپے دے وڑیا تیاں آپے ہی کرم کرا تیدا
ندر اُپھٹی جے کرے سلطاناں لکھاؤ کرا تیدا

گورو نانک صاحب فرماتے ہیں کہ پرانا سے ڈرنا چاہیے۔ دنیا کو ٹھکے کیلئے ہم نے جگہ کی طرح دووان برہمنوں، سیدتوں اور
وید پانڈیوں کا سا لباس پہن رکھا ہے۔ لکھے پرناک اور لائنگر والی دھوتی اور نیلے دست پہن رکھے ہیں۔ لیکن جب ہم مندر یا گورو داراں
سے باہر جا کر ہاتھ میں پھیری لیکر تصانی کی طرح جیوتیا کرتے اور انس و غیرہ نشیدہ پران پھول کا گرسن کرتے ہیں۔ تو ہم شرم اور دھرم کا
تیاگ کرتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ یہ ابھکش پران رکھتے (جیوانی خوراک) کھا کر ہم اپنے چوکے کو پو تر خیال کرتے ہیں۔ دوسروں سے بھوت
پھات کرتے ہیں۔ کوئی ہمارے چوکے میں داخل ہو جائے تو ہمارا بھوجن اچتر ہو جاتا ہے۔ گناید بھوٹ اور فریب نہیں ہے۔ زنا پراد اور بھوج
(بکروں) کے گلے پر پھیری چلاتے ہیں۔ اور بعد میں نماز پڑھنے جاتے ہیں۔ یہ سب دھوکہ بازی اور گورڈا (بھوٹا) جو بار ہے۔ پرانا تھا
(خدا) کو سچائی اور نیک کام ہی پسند ہیں۔ بیج بولنا۔ جیووں پر دیا کرنا۔ اور سچا دوبار کرنا ان شہجہ کرموں سے ہی بیج یعنی پرانا
حاصل کیا جاسکتا ہے۔ ظاہر داری سے نہیں۔

جیسے کہ حضرت پتھے شاہ نے بھی فرمایا ہے۔

سو متاندی شکل بناویں۔ کافراں دے کم کم دیں
متھے تے محراب لگاویں۔ مولوی کہنا ونا۔

چراغی تو یہ ہے کہ ہمارے بھکھ بھجانی جو گورو گرنتھ صاحب کی امرت بانی کا نتیجہ شردھا پوروک پاٹھ کرتے اور
گورو نانک صاحب کو ایشور کا اوتار مانتے ہیں۔ وہ بھی اس بانی پر عمل نہیں کرتے بلکہ ماس کو جہاں پر شاد لکھ کر کھاتے ہیں
پریشور میں سد بدھی دے۔ تاکہ ہم باپ کرموں سے بچیں۔

بانی گورو نانک جی کی

اتراکھنڈ کی چار دھام یا ترا

مسیح دھام کیدارناٹھ

(از قلم دیوان دین راج جی سندھ)

دھرم

کیدارناٹھ کی یا ترا

اتراکشی سے بیس سیدھی بڑی ہوتی ہوئی سری نگر کو جاتی ہیں جہاں سے بس تبدیل کر کے رُود پر یاگ ہوتے ہوئے کھنڈ چٹائی تک دوسری بس میں جانا ہوتا ہے۔

اتراکشی سے کیدارناٹھ کی پیدل یا ترا۔

پیدل یا ترا کے لئے گنٹائی سے واپسی پر ملا چٹائی پر جو کہ بھٹواری چٹائی سے دو میں ادھم کی طرف سے بس سے اترا تا پڑتا ہے۔ یہاں سے سیدھا پیدل راستہ 68 میل لمبا نکلتا ہے جو تری ڈیٹی نارائن تیرتھ پر رشتی کیش کیدارناٹھ راستہ کو ملجاتا ہے۔ اس راستہ پر بھی تھوڑی تھوڑی دُور پر چٹیاں بنی ہوئی ہیں۔ لیکن آجکل بہت ہی کم یا تری پیدل راستہ کو اجاتے ہیں۔ اس لئے چٹیاں پر رہتے ٹھہرنے کا پورا انتظام شاید ہی رہتا ہو تفصیل نیچے دی جاتی ہے۔

سورانی گاڑ (سیالی) چٹائی میں پریم دھرم شالہ بنی ہوئی ہے۔ پھیلاؤ میں پریم دھرم شالہ بنی ہوئی ہے۔ پھیلاؤ میں پریم دھرم شالہ بنی ہوئی ہے۔

بلیک چٹائی چار میں پر

پیشہ رانا چٹائی پانچ میں پر

ایلا چٹائی۔ چار میں پر

بوڑھے کیدار پانچ میں پر

تولا چٹائی۔ چار میں پر

بھیر چٹائی۔ تین میں پر

کھنڈ شاپ چٹائی۔ دو میں پر

دھرم شاپ چٹائی۔ سات میں پر۔ اس جگہ دھرم شاپ چٹائی کا مندر ہے اور

دھرم شالہ بھی ہے۔

گوانا چٹائی۔ ایک میں پر

گوانڈا چٹائی۔ تین میں پر

دو کھنڈ چٹائی۔ تین میں پر

پنوا چٹائی۔ تین میں پر

منگ چٹائی۔ دس میں پر

تری گنجی نارائن۔ پانچ میں پر اس جگہ کھیر کی دھرم شالہ ہے

یہاں سے کیدار کا دھرم راستہ مل جاتا ہے جس کا ذکر بس کے راستہ

کیدارناٹھ جانے والے راستہ میں نیچے لکھا جا رہا ہے۔

اتراکشی سے بس کا راستہ کیدارناٹھ کے لئے

اتراکشی سے بس کے ذریعہ کھنڈ چٹائی پر پہنچ کر پیدل راستہ شروع

گیت کاشی کے پیدل راستہ کھنڈ چٹائی پر پہنچ کر پیدل راستہ شروع

گیت کاشی میں کئی دھرم شالیں ہیں ڈاک بنگلہ بھی ہے اور

ہسپتال بھی۔ یہ تیرتھ پوراناں کاں کا ہے۔ یہاں رشتیوں کے

بھگوان کرشن کو پرگٹ کیا تھا۔ راجہ ملی کے پتر بانا شرجی کی لاج

دھانی شونت پور بھی گیت کاشی کے پاس ہی ہے اُٹھی ٹھہ جو

یہاں سے تھوڑی دُور منڈھا کئی ندی کے دوسرے پار بسا ہے

اُٹھی ٹھہ میں ہی اُٹھا بانا شرجی کی لڑکی کا محل تھا۔ جہاں اس کی

سکھی جتر لیکھا بھگوان کرشن کے بیٹے اتر دھ کو اُڑا کر اپنی سکھی

کے لئے لائی تھی۔

گیت کاشی میں اردھ نا ایشور شو کی مندی پر سوار

ہوئی مورتی کے رشتہ ہیں۔ کاشی دیشو ناٹھ کی بنگ نورانی بھی

ہے اور باروتی اور منڈیشور کی بھی۔ ایک کھنڈ میں دُودھا لڑکی

گرتی ہیں۔ جنہیں گنگا جمن کہا جاتا ہے۔ اس کنڈ میں اشنان کر کے یا تری گپت دان کرتے ہیں۔ کیدار ناٹھ کے پنڈے ہیں رہتے ہیں اور اپنے بچانوں کو ساتھ لیکر کیدار ناٹھ جاتے ہیں۔ نالا چٹھی۔ ڈیڑھ میل پر۔ اسی چٹھی سے کیدار ناٹھ یا ترہ کی دیو سی پر پیدل یا تار کر کے دسے یا تری اوکھی مٹھ ہوتے ہوئے سیدھے چھول پہنچ کر بری ناٹھ کی یا ترہ کرتے ہیں۔

ماتا دیوی۔ ڈیڑھ میل پر۔ یہاں ماتا دیوی کا مندر ہے۔ دیوگ چٹھی۔ ایک میل پر۔ دو میل پر۔ ہمیشہ شرمونی دیوی کا مندر ہے۔ میکھنڈا چٹھی۔ دو میل پر۔ اس جگہ بھڑنے کے لئے دھرم پھانا چٹھی۔ دو میل پر۔ اس جگہ بھڑنے کے لئے دھرم شالا بھی ہے۔

رام پور تین میل پر اس جگہ کھیر کی دھرم شالا ہے۔ کالی مکلی کھیر کی طرف سے یہاں مکلیں بھی ملتے ہیں۔ یا تری عام طور پر اپنا فالو سامان یہیں چھوڑ جاتے ہیں اور مکلی لے جاتے ہیں جو وہیں پر کھیر کو دس لٹائے جاتے ہیں۔

ترجی نارائن۔ ساڑھے چار میل پر۔ یہ راستہ چڑھائی کا ہے۔ بہت شکھ پر نارائن جیگوان کا مندر ہے۔ راستہ میں دو میل اور دھرم شکھری دیوی کا مندر ہے جہاں بستر چڑھائے جاتے ہیں۔

اس جگہ پر ایک اکھنڈ دھونی ملتی رہتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ شہو اور پاروتی کا دولا اسی استھان پر ہوا تھا اور یہی موتی اسی وقت سے مل رہی ہے۔ یا تری بھی اسی دھونی میں ہون کرتے ہیں۔ اور سمدھان فرید کر دھونی پر ڈالتے ہیں۔

اس جگہ ایک جیل کی دھارا ہے جسے سرسوتی لنگا کہتے ہیں اسی دھارا سے چار کنڈ بنائے گئے ہیں۔ اُن کنڈ میں اشنان کیا جاتا ہے۔ وشنو کنڈ میں مارجن کرتے ہیں۔ برہم کنڈ میں آجمن اور سرسوتی کنڈ میں ترپن کیا جاتا ہے۔

جی یا تریوں کو ترجی نارائن نہیں جانا ہوتا وہ بانا گر دھ بی تک رام پور سے آگرہ دارا سے سیدھا سوم بریاگ کی طرف چلے جاتے ہیں۔ اس میں برہمستوں کا یہی ہے اور ترجی نارائن و سوم بریاگ کا

یہاں سے ہی راستہ علیحدہ ہوتا ہے۔

سوم بریاگ۔ ترجی نارائن سے ساڑھے چار میل اور رام پور سے سیدھے راستہ بھی اتنی دوری پر ہے۔

گوری کنڈ۔ تین میل پر یہ جگہ قیادی کوئی کا جمن استھان بتلایا جاتا ہے۔ اس جگہ دو کنڈ ہیں ایک امرت کنڈ جس میں بھنڈا جلی ہے اور کہا جاتا ہے کہ اسی کنڈ میں بارہتی جی نے پہلا اشنان کیا تھا یا تری بھی اسی جگہ اشنان اور بوجن کرتے ہیں۔

دوسرا گوری کنڈ۔ اس میں کافی گرم جلی ہے دوسرا اشنان یا تری اس میں کرتے ہیں۔ اس جگہ بارہتی جی کا مندر ہے اور شری رادھا کرشن جی کا بھی ایک مندر ہے۔

چمٹیک پھیرو۔ ایک میل پر اس جگہ کھیر کی دھرم شالا اور کھیرنے کے لئے سہولت ہے جن یا تریوں کو کیدار ناٹھ بھڑنا نہیں ہوتا وہ اپنا سامان اسی جگہ چھوڑ کر کیدار ناٹھ کے درشن کر کے رات کو دس لٹائے جاتے ہیں۔

کیدار ناٹھ۔ دو میل پر سیدھی چڑھائی ہے۔ راستہ کھلا ہے کیدار ناٹھ بارہ جوترا جگہوں میں سے ایک ہیں۔ ہمیش روپ دھاری جادو کے پانچ انگوں کی پانچ استھاؤں پر یہ کھتی ہوئی جے پانچ کیدار کہا جاتا ہے۔ پہلا کیدار کیدار ناٹھ میں پر پٹھ کا بھاگ ہے دوسرے کیدار مدھ ہمیشو میں ناچھی۔ تیسرے تنگ ناٹھ جی میں بازو جو بھتے رز ناٹھ میں تھک اور پنچ کلینو میں جادو میں ہیں۔

پنشنو مٹی ناٹھ نیپال میں سر کی پرتکھا ہے۔

کیدار ناٹھ میں کوئی خاص شہو ہوتی نہیں۔ سیدھ کا بھاگ ایک تکیہ سی پہاڑ کی شالا سا ہے۔ یا تری جہاں خود پوجا کر کے اس جگہ کو چھو لگے لگاتے ہیں۔ گھی دھوپ مصری وغیرہ سے پوجا ہوتی ہے۔

کیدار ناٹھ میں درشن یوگیہ استھان

کیدار ناٹھ جی کا مندر بہت ہی پرانا مانا جاتا ہے سوچی شنکار جاریہ جی نے اس کا جرن اُدھار امرت کروا لی تھی اور اس جگہ انہوں نے اپنی دیکھ کو تیاگ دیا تھا۔ اس جگہ کے دیکھنے کے استھان ہیں برنگیو گنگا، کھیر گنگا،

چو باتنا۔ ایک میل پر۔ اس جٹی سے تنگ ناٹھ جی کی سمت
چڑھائی شروع ہوتی ہے۔

اسی جٹی کے نزدیک ہی کالی مٹھ ہے جہاں مہاکالی،
دہاکتشی، ہما سرسوتی کے مندر ہیں۔ یہ سب دھم پیٹھ مانا جاتا ہے۔
کہا جاتا ہے کہ رکت بیج کو مارنے کے لئے دیوتاؤں نے اسی
جگہ پر ارادھنا کی تھی اور مہاکالی کے درشن پائے تھے۔ یہ جگہ
جنگل اور برفیلی چوٹیوں سے گھری ہوئی ہے۔ اس جگہ پر ایک کنڈ
ہے جو شہلا سے ڈھکا دھنہا ہے اور نورا تروں کو ہی کھلتا ہے
نورا تروں میں یہاں یکگیہ ہوتا ہے۔

کالی مٹھ سے تین میل کی دوری پر کالی شہلا استھان ہے جہاں
چونٹھ جنتہ ہیں۔ جہاں سے رکت بیج کو مارنے کے لئے چونٹھ
شکستیاں نکلتی ہیں۔

کوئی ہمشوری تیرکھ بھی کالی مٹھ سے دو میل کے فاصلہ پر
ہے ایک کوئی ہمشوری کا مندر ہے اور یا تری اس جگہ پتیری تری
کرتے ہیں اور پنڈوان دیتے ہیں

چو باتنا سے تین میل پر گھڑی چڑھائی
تنگ ناٹھ تنگ ناٹھ بیج کیداروں میں سے ہے۔
تیسرے کیدار میں اسی جگہ ایک شیتل دھارا بہتی ہے جسے
باتناں گنگا کہا جاتا ہے۔

تنگ ناٹھ کے شگر پر گھڑے ہوں تو پورب کی طرف
نندا دیوی، تیج جوی اور درونا چل جوی نظر آتی ہے۔

شمال کی طرف گنگو تری، جمنو تری، کیدار ناٹھ، بدری ناٹھ اور
رور ناٹھ کے درشن ہوتے ہیں۔

جنوب کی طرف پوڑی چندر بدتی پر ابت اور سرس کھنڈا
دیوی کی جوی نظر آتی ہے۔

جنگل چو تنگ ناٹھ سے تین میل پر جو یا تری تنگ ناٹھ
جنگل چو نہیں جانا چاہئے وہ جو باتنا سے شگر جٹی تو
چلے جاتے ہیں راستہ میں اٹھ میل پر بھلنا جٹی اور ایک میل پر
بھیم جٹی ہوتی ہے۔

پانچر باس۔ ۱۲ میل پر
منٹل جٹی۔ ۱۲ میل پر اسی جگہ کھتری دھرم شاد ہے۔

ہاسکی تال، لگو کنڈ، بھیر و شہلا یہاں پانچوں پاندروں
کی، لھگو ان کرشن اڈھا انردھ، اور شو بار جی کی بھی
مورتیاں ستھایت ہیں۔ جن کے درشن ہوتے ہیں۔
کیدار ناٹھ میں کئی دھرم شالائیں ہیں لیکن یا تری عام
طور پر اپنے پنڈوں کے ہاں ہی ٹھہرتے ہیں جو ہر قسم کی آسائش
پہنچاتے اور سیوا کرتے ہیں۔

ہمارے پنڈے امر ناٹھ جی پوسی تو خاص طور پر درشن
یوگیہ ہیں۔ انہوں نے ہماری دیکھ رکھ اور اڈھکٹ اس غلوں اور
اپنایت سے کی کہ ہم بھی شہروں میں کیا کر سکیں گے۔
بالکل رملو جگہ شو بھگت اور ہستی ہیں۔ نہ جانتا ہوا بھی ہیں ان
کے اور سرکار کے کا دن رہے بنا رہے نہیں سکا۔

چو کھادھام شری بدری ناٹھ

کیدار ناٹھ بدری ناٹھ دھام کو سیھی پیدل یا تری جوی کے راستے
کیدار ناٹھ سے واپس اسی راستے سے نالا جٹی تک آکر وہاں
چو جی کو جاتا ہے۔ یہ راستہ کافی دشوار ہے چڑھائی ہے تھیں
میں پیدل چلنا پڑتا ہے اور اگر راستہ میں تنگ ناٹھ جی کے بھی
درشن کرے ہوں تو کوئی ہمشوری جٹی سے تین میل گھڑی چڑھائی اور
بعد پیدل سفر ہے راستہ کے ٹھہرنے کے استھانوں کی کیفیت نیچے
دی جاتی ہے۔

۱۔ اکل مٹھ ۱۲ میل نالا جٹی سے مندرھا کنی ندی کے
کلی مٹھ دور سے پار واقع ہے۔ جیسے اوپر لیت کاشی
کے ذکر کے ساتھ لکھا گیا ہے۔ یہ بہت پرانا استھان ہے اور
باناسکر کی کنیا کا محل کہا جاتا ہے۔ سر دیوں میں کیدار ناٹھ جی کا
راستہ بند ہو جانے سے تو کیدار ناٹھ جی کی جیل موتی کی پوجا اسی جگہ
پر ہوتی ہے۔ یہاں مندر میں بدوی ناٹھ، تنگ ناٹھ، ادھکار پو
کیدار اڈھا اور انردھ کے علاوہ سمت یگ، تریا اور دوا پر
کی بھی مورتیاں ہیں

گنیش جٹی۔ ۱۲ میل پوٹھی واسا ۵ میل پر۔ بنسیا کنڈ ۱۲ میل پر

کہا رہی (پگند) دو میں۔ کھینٹی ۱/۲ میں۔ جڑھ کلا یا میں
رشی مٹھ ایک میں۔

جوشی مٹھ۔ پراجین سنسکرت نام جیوتز مٹھ۔ شنکر اہار
جی کا جیش پیٹھ مٹھ اس جگہ ہے۔ سردیوں میں جب بدری
جی کا مندر برف سے ڈھک جاتا ہے راستے بند ہو جاتے
ہیں۔ تو ان کی جلی موٹی اس جگہ لائی جاتی ہے۔ اور اس جگہ پر
پو جا ہوتی ہے۔

جوشی مٹھ ایک بڑا شہر سا ہے۔ یہاں ہر قسم کی دکانیں
ہیں۔ کھیترو دھرم ٹلائیں ہیں اور لوگوں نے بھی گریہ پڑنے
کے لئے مکان بنائے ہوئے ہیں۔ اس جگہ کمبل اور بسترے بھی
کرائے پر مل سکتے ہیں۔ ڈاک گھر۔ تار گھر اور ہسپتال بھی ہیں۔

جوشی مٹھ کے مکھ مندر جیوتیشور ہما دیو اور بھگت ولس
بھگوان کے مندر ہیں۔ جیوتیشور ہما دیو کے مندر کے نزدیک
ہی شنکر اہار جی کا جیوتیش۔ پیٹھ مٹھ ہے۔ (باقی پھر)

اور پاس میں ہی ایک چھوٹی سی ندی بھی بہتی ہے۔
جیوتیشور ہما دیو میں پر۔ اس جگہ بھی ایک ندی ہے جسکو بے تری
ندی کہتے ہیں۔ یہاں آٹھ دھاتوں کا بن ترشول
اور پر سے کے درشن ہوتے ہیں۔ ایک ہما دیو جی کا مندر ہے۔

چھوٹی اس کا پرانا نام لال سنگھ ہے۔ دوری تین میں کی۔
کھیترو کی دھرم شالہ ہے۔ اس جگہ رشی کش سے
جوسدھار سنہ بدری ناٹھ کو گیا ہے اس کا جگش ہے۔ کئی
یا تری اس جگہ سے آگے جوشی مٹھ کے لئے بس کا ٹکٹ لے لیتے
ہیں اور پیدل کی بجائے بس کے راستہ جاتے ہیں۔ چھوٹی سے
پیس کوٹی ۵ میں پر اور جوشی مٹھ ۲۲ میں کی دوری پر ہے۔ راستہ
کی چٹیاں نیچے دی جاتی ہیں۔

مٹھ جیوتیشو دو میں۔ چنکا جیوتیشو ایک میں۔ سہاسین تین میں۔
ہما دیو جیوتیشو ایک میں۔ پیس کوٹی دو میں۔ گڑ گنگا ۱/۲ میں
شنگی ۱/۲ میں۔ پاتال گنگا تین میں۔ گلاب کوٹی جیوتیشو دو میں



جنم۔ جنم کے پات اُدھارن تہا

شری رام راجیہ تیرتھ یا ترا ستمتی ۸۹۵۸ چوک ملتان ڈھانڈہ پہاڑ گنج کی طرف سے روانہ ہوئی۔
جو کہ بھادوں پندرہ کلا سدی سی مطابق ۱۹۴۵ء بروز ستھوار کو دہلی جنکشن سے برائے
تین دھام و پوتر تیرتھوں اور سمندروں و ندیوں کے درشن کر داکر گنگا پیا ۷۲ دنوں کے بعد
واپس آوے گی مشہور اور قابل دیدہ استھان یہ ہیں۔ دہلی۔ ہری دوار۔ رائدھیہ جی۔
آگر آباد (شری پریاک راج) جیوتیشو۔ گیا جی۔ شری جگناٹھ پوری۔ مدراس۔ رائیشور۔
کنیا کمار۔ ممبئی۔ شری دوار کا پوری۔ تروپتی آلا جی۔ ممبئی۔ آکاش گنگا۔ راجکوٹ۔ اجمیر۔ شری
پشکر راج سے ہوتی ہوئی دہلی واپس آ جاوے گی مکمل جانکاری کیلئے حسب ذیل پتہ سے دریافت کریں۔
نوفٹ۔ صرف پچیس روپے فی سیدٹ بھیج کر اپنی سیدٹ بک کروالیں۔

(۱) شری رام راجیہ تیرتھ یا ترا ستمتی ۵۹ ۵۵ چوک ملتان ڈھانڈہ پہاڑ گنج بنودھلی
(۲) بھول برادر س نارائن دھوپ والے صدر تھانہ روڈ دہلی فون نمبر ۲۲۶۷۳۵ دہلی

پتنگی لوگ پر اخبار پر تاپ کا ریویو

پتنگی لوگ ہرشی پتنگی کے لوگ شامتر کا اردو ترجمہ ہے۔ اور اردو خواندہ طبقہ کو اس کے مترجم سوامی بھولانا تھکتر کی پور کھنڈ کا انتہائی شکر گزار ہونا چاہئے۔ کیونکہ انہوں نے جسمانی اور ذہنی ریاضت کے اس عظیم اور اولین صحیفہ کو نہایت آسان اور عام فہم الفاظ میں اردو کا جامہ پہنایا ہے۔ اور اس طرح معرفت اور ایشور پریتی کے اس بیش بہا خزانہ کے دروازے سب پر کھول دیئے ہیں۔ سوامی بھولانا تھکتر سنا خود لوگ کے مختلف مراحل کو کامیابی سے حل کر چکے ہیں۔ اس لئے انہیں پتنگی لوگ شامتر کو سمجھنے اور سمجھانے میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی۔ بلکہ انہوں نے ایسا انداز بیان اختیار کیا ہے کہ معمولی سوچ بوجھ رکھنے والا شخص بھی اس سے استفادہ حاصل کر سکتا ہے۔ پتنگی لوگ کے ترجمہ سے پہلے ایچی نیچی دھرتی۔ مینتی اور پیرا تھک اور کچھ پتنگی لوگ کے متعلق تین خاص ابواب میں لوگ اور روحانیت سے متعلق بہت سے مسائل اور امور کی وضاحت کی گئی ہے تاکہ پتنگی لوگ میں استعمال ہونے والی اصطلاحات کو سمجھنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئے۔ پتنگی لوگ کے ترجمہ میں انہوں نے یہ التزام کیا ہے کہ پہلے لوگ شامتر کا سوترا سنسکرت میں درج ہے۔ نیچے اسی سوترا کو فارسی الخط (اردو بھارت) میں لکھا ہے۔ اور پھر ترجمہ اور وضاحت کی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریق کار بڑا اچھا۔ مگر بے حد مفید ہے۔ اور اسے اپنا کر سوامی نے جتنا بڑا احسان کیا ہے۔

در اصل آج کے دور کے بڑے ہوئے جسمانی اور روحانی دکھوں کلیشوں اور مشکلات کا سب سے بڑا کارن یہ ہے کہ ہم نے اس ریاضت سے متھ موڑ رکھا ہے۔ جسے لوگ کا نام دیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ ریاضت جسم اور ذہن دونوں کو بیماریوں اور آلودگیوں سے پاک رکھنے کا بہترین طریقہ ہے اور اس پر کچھ خرابی بھی نہیں ہوتا صرف اپنے جسم کو دوسریں کا پاتند بنانا پڑتا ہے۔

اس سے پہلے سوامی بھولانا تھکتر سنا نے موت اور زندگی جتنے اول و دوم سوئم و نیز پرانا یام آسن اور ویدانت درشن کتب اردو میں تصنیف فرما چکے ہیں اور انہوں نے اس ذہنیت کے لڑکچہ سے اردو کے دامن کو مالا مال کیا ہے پتنگی لوگ ۱۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے ساتھ ہرشی پتنگی کے بیس دیو کے دو ٹوٹے ہیں اور مترجم سوامی بھولانا تھکتر سنا کا بھی فولڈ شامل ہے۔ قیمت تین روپے۔

ملنے کا پتہ۔ سوامی بھولانا تھکتر سنا گورونانک فارم نزد ریلوے سٹیشن کپور تھلہ، یا
بی سنر پبلکیشنز انڈسٹریل ایریا کپور تھلہ

سوامی جی کی دیگر کتب بھی منگوا کر لایا جاسکتا ہے۔ زندگی اور موت جتنے اول و دوم ۱/۵۵ جتنے دوم ۱/۳۰ روپے
جتنے سوم ۱/۲۰ (۱/۲۰ روپے)۔ ویدانت درشن اردو ۱/۱۰ روپے۔ پرانا یام آسن یا تصویر اردو ۱/۲۰ روپے



ایک نرالی شان پیدا کرتے کیلئے

بلی بوت پالش

ایت
بلی بوت کریم
استعمال کیجئے

بلی

کمپنی نے جدید ترین فارمولوں کے تجربات سے اس میں بہت سی
خوبیاں پیدا کر دی ہیں۔ آج ہی خریدیئے، استعمال کیجئے اور ملاحظہ فرمائیئے، روزانہ لاکھوں استعمال کرتے ہیں۔

بلی بوت پالش کمپنی دہلی ۶۷

Food Value
ADDED IN
Paljee's
**RICH FRUIT
CAKE**

Paljee's Fruit Bars contain 11 nourishing and delicious fruits and other ingredients rich in Vitamin A, B2, Niacin and Iron. They are an ideal food for you and your family. An ideal treat in all the seasons.



Air Tight Packing
Rs. 2.25
Loose Packing
Rs. 1.75
Kishmish Packing
Rs. 1.50
Plain Packing
Rs. 1.25

PALJEE & CO., NEW DELHI-5